Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Child as Legal and Moral Subject: Authority, Protection, and Responsibility in Premodern Islamic Jurisprudence

بچے کی قانونی اور اخلاقی حیثیت: قدیم اسلامی فقہ میں اختیار، تحفظ اور ذمہ داری

Dr. Qaisar Bilal
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology (KUST), Kohat, Pakistan.
Email. qaisarbilal@kust.edu.pk
Asmat Ali Khan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology (KUST), Kohat, Pakistan.
Email: asmatalikpkk@gmail.com

Abstract
This study explores the legal, moral, and social subjectivity of the child in premodern Islamic jurisprudence, challenging the conventional Eurocentric historiography which posits that the "concept of childhood" is a modern Western construct. Contrasting sharply with historical legal systems such as Roman law, where paternal power (Patria Potestas) treated children as passive property, premodern Islamic law recognizes the child from the foetal stage as a distinct, rights-bearing legal subject (Dhimmah).
The paper provides a close textual and comparative analysis of the four Sunni schools (Hanafi, Maliki, Shafi'i, and Hanbali) and the Ibadi tradition, tracing the progressive and systematic development of a child's legal capacity (Ahlīyah). It distinguishes between receptive capacity (Ahlīyah al-Wujūb), which is complete from birth, and active execution capacity (Ahlīyah al-Adā'), which evolves from zero in the undiscerning stage (Ṣabī ghayr mumayyiz) to deficient in the discerning stage (Ṣabī mumayyiz) and culminates at puberty (Bulūgh) combined with financial prudence (Rushd).
Furthermore, the paper examines how the institutions of guardianship (Wilāyah), custody (Ḥaḍānah), and financial maintenance (Nafaqah) establish a sophisticated equilibrium between parental authority and child protection. Crucially, it demonstrates that premodern jurists prioritized the "welfare of the child" (Maṣlaḥah) as an overriding constitutional principle, rendering custody a fundamental right of the child (Ḥaqq al-Maḥḍūn) rather than a parental privilege.
Finally, the study analyzes the conceptual boundary between a minor's moral subjectivity (being encouraged to practice worship) and legal/penal liability (Taklīf), from which they are completely exempt. This research underscores that premodern Islamic jurisprudence constructed a highly resilient legal fortress around minority (Ṣighar), not to suppress the child's agency, but to protect and nurture their evolving legal personality.

Keywords: *Ahlīyah (Legal Capacity); Ṣabī Mumayyiz (Discerning Minor); Rushd (Prudence); Wilāyat al-Māl (Property Guardianship); Ḥaḍānah (Child Custody); Maṣlaḥah (Best Interests of the Child); Premodern Islamic Jurisprudence.*

۱۔ تمہید(Introduction)

انسانی معاشرے میں بچوں کے حقوق اور ان کے معصوم وجود کی جسمانی، فکری اور معاشی کمزوریوں کے تحفظ کا نظام کسی بھی تہذیب کی اخلاقی اور قانونی پختگی کا عکاس مانا جاتا ہے۔[1] قدیم دنیا کے دیگر نامور قانونی نظاموں، بالخصوص رومن قانون (Roman Law) کے برعکس جہاں نابالغ بچے کو باپ کی مطلق سرپرستی اور ملکیت (Patria Potestas) کے تحت غلاموں کی مانند تصور کیا جاتا تھا اور باپ کو ان کی فروخت، رہن رکھنے، یا قتل تک کا قانونی اختیار حاصل تھا[2] اسلامی فقہ نے چودہ سو سال قبل ہی بچے کو ایک مستقل، خود مختار اور محترم قانونی وجود کے طور پر متعین کیا۔ شریعتِ اسلامیہ کی روسے بچہ ناصرف یہ کہ مستقل حقوق کا حقدار ہے، بلکہ وہ شریعت کی گہری نظر اور مصلحتوں کا بنیادی موضوع بھی ہے۔[3]

کلاسیکی اسلامی قانون کی روسے، بچے کے فہم کو سمجھنے کے لیے اسے ایک "موضوعِ قانون اور موضوعِ اخلاق"(Legal and Moral Subject) تسلیم کیا گیا ہے۔[4]

اس فکری تصور کے دو بنیادی پہلو ہیں:

قانونی پہلو(The Child as a Legal Subject): اس کے تحت بچے کے سول اور معاشی حقوق، جیسے کہ نسب کی پہچان، نفقہ (کفالت)، وراثت کا حق، اور ہبہ یا وصیت کے ذریعے مال حاصل کرنے کے حقوق، پیدائش بلکہ بطنِ مادر کے مرحلے (جنین) سے ہی کامل طور پر ثابت ہو جاتے ہیں۔[5]

اخلاقی و تکلیفی پہلو(The Child as a Moral Subject): اس کے تحت بچہ جب تک فکری اور عقلی پختگی (تمیز اور بلوغ) کے قدرتی اور شرعی مراحل سے نہیں گزرتا، تب تک اس پر شریعت کی سخت تکالیف، عبادات کی فرضیت، اور تعزیری وجنائی سزائیں(Hadd or Qisas) لاگو نہیں کی جاتیں۔ شریعت نے بچے کو تکلیفی قلم کی سختیوں سے مستثنیٰ رکھا ہے تاکہ اس کا بچپن محفوظ رہ سکے۔[6]

اسلامی قانون نے اس مقصد کے لیے "اہلیت"(AhlĪyah) کا ایک شاندار اور جامع فکری نظریہ وضع کیا ہے[7]۔ اہلیت کو دو درجات میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. **اہلیتِ وجوب(Capacity for Inherence of Rights – Receptive Capacity):** یعنی حقوق حاصل کرنے اور واجبات کے عائد ہونے کی صلاحیت، جو انسانی زندگی کے وجود پر قائم ہے۔[8] یہ اہلیت ہر بچے کے لیے پیدائش کے دن سے کامل ہے، بلکہ ناقص طور پر رحمِ مادر میں موجود جنین کے لیے بھی ثابت ہے جس کے تحت اس کے لیے نسب، وصیت اور وراثت کے حقوق محفوظ کیے جاتے ہیں۔[9]

2. **اہلیتِ اداء(Capacity for Execution – Active Capacity):** یعنی اپنے اقوال اور افعال سے قانونی تصرفات کرنے، عقود(Contracts) پر دستخط کرنے، اور شرعی ذمہ داریاں نبھانے کی صلاحیت، جس کا انحصار عقل، تمیز اور فکری پختگی پر ہے۔[10]

بچے کی حیاتیاتی اور عقلی ارتقاء کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، کلاسیکی فقہاء نے بچپن کی زندگی کو تین واضح مراحل میں تقسیم کیا ہے:

صغیر غیر ممیز(Undiscerning Child): پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر تک، جس میں بچہ اچھے برے اور خرید وفروخت کا بنیادی معاشی فہم نہیں رکھتا۔ اس مرحلے پر اس کی اہلیتِ اداء مکمل طور پر مفقود ہوتی ہے اور اس کے تمام مالی وعائلی معاملات اس کا شرعی ولی سرانجام دیتا ہے۔[11]

صغیر ممیز(Discerning Minor): سات سال کی عمر سے لے کر بلوغ تک، جس میں اس کے اندر فہم و تمیز کی چنگاری پھوٹتی ہے۔ اس کی اہلیتِ اداء ناقص یا کمزور (Deficient Active Capacity) مانی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کے بعض خالصتاً نفع بخش تصرفات ولی کی اجازت کے بغیر بھی نافذ ہوتے ہیں اور بعض ولی کی اجازت پر موقوف ہوتے ہیں۔[12]

بالغ اور رشید(Pubescent and Prudent Adult): بلوغ اور رشد کے حصول کے بعد، جہاں بچے کی اہلیتِ اداء کامل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے تمام معاشی، عائلی اور اخلاقی فیصلوں میں مکمل طور پر آزاد اور قانونی وجنائی طور پر ذمہ دار ہو جاتا ہے۔[13]

۲۔ سابقہ تحقیق(Literature Review)

جدید اکیڈمک اسکالرشپ نے اسلامی قانون میں بچپن اور بچوں کے حقوق کے تصور پر گراں قدر کام کیا ہے، جسے درج ذیل تین بنیادی علمی رجحانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) تاریخی اور تقابلی لٹریچر (Historical and Comparative Studies)

اس حوالے سے ایم۔ حومین (M. Houmine) اور خدیجہ لدغیری (Khadija Loudghiri) کی تحقیق (2023ء) انتہائی اہمیت کی حامل ہے [14]۔ انہوں نے تقابلی بنیادوں پر ثابت کیا ہے کہ جہاں قدیم رومی قانون میں بچوں کو باپ کی مطلق سرپرستی کے تحت معاشی تحویل اور خرید و فروخت کا غیر فعال ذریعہ مانا جاتا تھا، وہاں اسلامی تہذیب نے اپنے آغاز سے ہی بچوں کو ایک مکمل اور مضبوط قانونی وجود کے طور پر تسلیم کیا [15]۔ انہوں نے یورپی اور امریکی مورخین (جیسے فلپ ایریز- Philippe Ariès) کے اس مشہور دعوے کی علمی تردید کی کہ قرونِ وسطیٰ میں "تصورِ بچپن" (Concept of Childhood) مفقود تھا، اور یہ واضح کیا کہ کتبِ فقہ، اصول، الہیات، اور یونانی-عربی طب اطفال کے مراجع اسلامی عہدِ زریں میں تصورِ بچپن کے ارتقاء پر دال ہیں۔ [16] اس ضمن میں انہوں نے تیرہویں صدی کے حنفی فقیہ مجد الدین الاسٹروشنی (وفات 632ھ / 1234ء) کی معرکۃ الآراء تصنیف "جامع أحكام الصغار" (جو 1228ء میں لکھی گئی) کا تذکرہ کیا ہے، جو تاریخِ انسانی میں بچوں کے حقوق اور قوانین پر لکھی جانے والی پہلی مستقل اور مخصوص ترین کتاب مانی جاتی ہے، جس میں صغیر کے عبادات، نکاح، ولایت، اور نفقہ پر تقریباً 100 قوانین درج ہیں۔ [17] اس کے علاوہ ابن قیم الجوزیۃ (وفات 751ھ) کی "تحفة المودود في أحكام المولود" بھی نومولود کے عقیقے، ختنے، تعلیم اور تربیت کے قوانین کا مستند قرونِ وسطیٰ کا فریم ورک پیش کرتی ہے۔ [18]

(ب) عائلی ولایت اور صنفی کرداروں کا تنقیدی جائزہ (Marital Authority and Gender Roles)

پروفیسر کیسیا علی (Kecia Ali) اپنی معرکہ آرا تصنیف "Marriage and Slavery in Early Islam" (ہارورڈ یونیورسٹی پریس، 2010ء) میں ابتدائی مالکی، حنفی اور شافعی فقہی مکاتب کے مباحث کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے یہ دلیل پیش کرتی ہیں کہ قدیم فقہاء نے ازدواجی اور خاندانی قوانین کی تدوین کرتے وقت اپنے دور کے سماجی و اقتصادی ڈھانچے اور ملکیت (Milk) کے تصورات کو استعمال کیا۔ [19] وہ یہ ساختی نکتہ اٹھاتی ہیں کہ ولایتِ اجبار (ولاية الإجبار) اور بچوں کے نکاح کی ولایت میں اکثر باپ کی سرپرستی کو ایک مطلق قانونی اختیار دیا گیا، جہاں صغیرہ لڑکی کی رضامندی کو سرپرست کی ولایت کے تحت ثانوی حیثیت کی حامل مانی گئی، جس کا تدارک بعد میں حنفی مکتب نے "خیارِ بلوغ" (Option of Puberty) کے تصور سے کیا۔ [20]

(ج) مصلحتِ طفل کا عدالتی ارتقاء (The Best Interests of the Child in Courts)

پروفیسر احمد فکری ابراہیم (Ahmed Fekry Ibrahim) اپنی کتاب "Child Custody in Islamic Law" (کیمبرج یونیورسٹی پریس، 2018ء) میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مصلحتِ طفل (The Best Interests of the Child) یا پرورش پانے والے بچے کی بہبود کا تصور اسلامی قانون میں کوئی جدید مغربی الحاق نہیں ہے، بلکہ سولہویں صدی کے بعد مصر اور خلافتِ عثمانیہ کی شرعی عدالتوں کے ریکارڈز (Court Records) ظاہر کرتے ہیں کہ قاضی کلاسک فقہی جمود کو توڑتے ہوئے مصلحتِ طفل کو ترجیح دیتے تھے اور اسی بنیاد پر حضانت کی مدت کو بڑھایا یا باپ سے ماں کی طرف منتقل کیا جاتا تھا۔ [21] معاصر دور میں، ڈاکٹر محمد منیر (2017ء) کی تصنیف "Rights of the Child in Islam" نے اقوامِ متحدہ کے اطفال کنونشن (UNCRC) اور شریعہ قوانین کے تقابل پر گہرا تعلیمی مکالمہ قائم کیا ہے، جس میں ریاست کی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ [22]

۳۔ تحقیقی خلاء (Research Gap)

اگرچہ معاصر اسکالرز نے بچوں کے نفقہ، نکاح اور حضانت کے مسائل پر گراں قدر کام کیا ہے، لیکن اکیڈمک اور علمی سطح پر درج ذیل تین بڑے تحقیقی خلاء (Research Gaps) تاحال موجود ہیں جنہیں پُر کرنا اس مقالے کا اصل ہدف ہے:

1. ولایتِ نفس (Guardianship) اور تکلیفی اہلیت (Moral Agency) کے باہمی ساختی توازن کا فقدان:

موجودہ تعلیمی لٹریچر میں اس تفصیلی نظریاتی بحث کی کمی ہے کہ کلاسیکی فقہاء نے کس طرح ایک طرف بچے پر کامل ولایت و حجر عائد کر کے اس کے معاشی و قانونی تصرفات کو معطل رکھا (Authority) اور دوسری طرف اسے تکلیفی قلم سے مستثنیٰ قرار دے کر اس کے لیے ایک اخلاقی دائرہ کار اور اہلیتِ وجوب کا ملہ وضع کی (Agency)۔ اس ساختی توازن کے نظریاتی اصولوں کو یکجا کرنا ناگزیر ہے۔[23]

2. جسمانی بلوغ (Biological Puberty) بنام اخلاقی رشد (Intellectual growth) کا فوجداری و معاشی تناؤ:

معاصر مسلم ممالک میں فوجداری ذمہ داری (Criminal Responsibility) اور مالیاتی معاملات کے نفاذ کے لیے محض حیاتیاتی بلوغ (جیسے نو سالہ لڑکی یا پندرہ سالہ لڑکا) کو معیار مانا گیا ہے، جبکہ قبل از جدید فقہ کے مراجع اس بات پر دال ہیں کہ جب تک بچے میں "عقلِ کامل" اور "رشد" (دینی و معاشی سوجھ بوجھ) کا ظہور نہ ہو، اس پر سزائیں یا مال کی واپسی نافذ کرنا مقاصدِ شریعہ (حفظِ عقل اور حفظِ نفس) کے خلاف ہے۔ اس متنی تضاد کو دور کرنے پر علمی کام مفقود ہے۔[24]

3. ماں کی اخلاقی اہمیت (Maternal Agency) اور معاشی ولایت (Legal/Financial Guardianship) کا فقہی تضاد:

کلاسیکی فقہ میں پرورش کے لیے ماں کو سب سے زیادہ شفیق اور موزوں مانا گیا (حضانت)، لیکن مالی اور ازدواجی فیصلوں سے اسے یکسر باہر رکھ کر ولایت صرف مرد عصبات (باپ، دادا) کو دی گئی۔ اس فقہی تفریق کی تہذیبی، سماجی اور ساختی وجوہات کا عمیق تجزیہ لٹریچر میں تاحال تشنہ ہے۔[25]

۴۔ طریقۂ تحقیق (Methodology)

یہ تحقیقی مقالہ بنیادی طور پر کتب خانوی اور دستاویزی طریقۂ تحقیق (Qualitative Desk and Library Research) پر مبنی ہے۔[26] مقالے کے تحقیقی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے درج ذیل علمی و فقہی مناہج کا استعمال کیا گیا ہے:

اصولی و متنی تجزیاتی منہج (Doctrinal and Textual Analysis): اس منہج کے تحت مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اور فقہ اباضی کے معتبر پرائمری مراجع (جیسے روایتِ سحنون کی المدونۃ الکبری، ابن قدامہ کی المغنی، الکاسانی کی بدائع الصنائع، ابن رشد کی بدایۃ المجتہد، اور موسوعہ فقہ اباضی) کے اصل عربی ابوابِ حجر، نفقہ، حضانت اور محکوم علیہ کے نصوص کا باریک بینانہ قانونی و فلسفیانہ جائزہ لیا گیا ہے۔[27]

تقابلی تاریخی منہج (Comparative and Historical Method): مختلف فقہی مکاتب کے استدلالات کا موازنہ کرنے کے لیے ان کے تدوینی عہد، لسانیاتی سیاق و سباق (مثلاً الرشد، البلوغ اور تمیز کے فقہی معانی) اور ان کی لچک پذیری کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔[28]

مقاصدی فریم ورک (Maqasid-based Framework): بچوں کے حقوق کے تحفظ کو شریعت کے اعلیٰ مقاصد بالخصوص حفظِ نفس (Protection of life)، حفظِ نسل (Protection of offspring) اور حفظِ مال (Protection of property) کے معیار پر پرکھا گیا ہے۔[29]

حصہ دوم: قبل از جدید اسلامی فقہ میں بچے کا تصور: صغارت، اہلیت، بلوغ اور قانونی حیثیت

۱۔ تمہید اور ارتقائے صغیر کا فکری پس منظر (Introduction and Context)

قدیم اسلامی قانون (Premodern Islamic Law) کا سب سے منفرد اصولی اور نظریاتی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے انسانی زندگی کے تشکیلی مراحل کو محض طبیعیاتی ارتقاء کے طور پر نہیں دیکھا، بلکہ اسے اخلاقی ذمہ داری (Moral Agency)، قانونی شخصیت (Juridical Personality) اور معاملی خودمختاری (Active Legal Capacity) کے تدریجی ظہور اور پختگی کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ کلاسک اصولِ فقہ اور فروعی فقہی متون میں صغیر (نابالغ بچے) کی حیثیت محض ایک بے جان یا غیر فعال قانونی موضوع (Passive Legal Object) کی نہیں ہے، جسے اس کے اولیاء یا سرپرست اپنی مطلق ملکیت میں رکھ سکیں[30]۔ اس کے برعکس، اسلامی فقہ نے بچے کو ایک ایسا "موضوعِ قانون اور موضوعِ حقوق" (Rights-Bearing Legal Subject) تسلیم کیا ہے، جس کی اپنی خود مختار قانونی روح (Dhimmah) ہوتی ہے، جو پیدائش کے پہلے لمحے، بلکہ بطنِ مادر کے تاریک غاروں میں بھی محفوظ رہتی ہے[31]۔

زیرِ نظر باب کا بنیادی مقصد قدیم شرعی قوانین کے دائرہ کار میں صغارت (Minority)، اہلیت (Ahliyyah)، بلوغ (Puberty) اور رشد (Sound Judgment) کے اصطلاحی ارتقاء کا قریبی متنی جائزہ (Close Textual Analysis) پیش کرنا ہے، اور مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اور اباضی مکتبِ فکر کی تقابلی ابحاث کی روشنی میں یہ واضح کرنا ہے کہ اسلامی قانونی الہیات نے اختیارِ سرپرستی (Authority) اور بچے کے تحفظ (Protection) کے مابین کس قدر لطیف ساختی توازن قائم کیا ہے

۲۔ کلیدی اصطلاحات کا قریبی متنی جائزہ (Close Textual Analysis of Key Terms)

قدیم فقہی متون میں صغارت کی حدود اور حقوقِ طفل کو متعین کرنے کے لیے بعض لغوی اور فقہی اصطلاحات مستعمل ہیں، جن کے لغوی مفاہیم اور شرعی انطباق کا قریبی متنی تجزیہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

(الف) الصَّبِيُّ (Al-Ṣabīy) اور الصَّغِيرُ (Al-Ṣaghīr)

لسانیاتی اور فقہی لغت میں ان دونوں اصطلاحات کو بچپن کی طبیعی حدود کی تعریف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

الصَّبِيُّ: کلاسک عربی لغات کے مطابق، یہ لفظ "صَبَا" سے مشتق ہے، جس کے معنی میلان، جھکاؤ یا نوعمری کے جھکاؤ کے ہیں[32]۔ فقہی اصطلاح میں "الصبي" اس بچے کو کہا جاتا ہے جو تا حال حدِ بلوغ (Puberty) کو نہ پہنچا ہو[33]۔

الصَّغِيرُ: یہ لغت میں "الکبیر" (بڑے) کی ضد ہے، جو جسمانی ساخت، سائز اور طبیعی کمزوری پر دلالت کرتا ہے[34]۔ فقہ میں صغر (Sighar) کو ایک "عارضِ سماوی" (Sama'wi Impediment) مانا گیا ہے، یعنی ایک ایسی قدرتی حالت جو انسان پر اس کے اختیار کے بغیر طاری ہوتی ہے اور جو عارضی طور پر اس کی اہلیتِ اداء کو معطل یا ناقص کر دیتی ہے[35]۔

کلاسیکی فقہاء صغیر اور صبی کی اصطلاحات کو متبادل (Synonymous) کے طور پر استعمال کرتے ہوئے بچے کے ابتدائی اور مابعد کے مراحلِ زندگی کی قانونی حدود متعین کرتے ہیں[36]۔

(ب) الیَتِیمُ (Al-Yatīm)

لغتِ عرب میں یتیم کے معنی تنہائی، انفرادیت یا نقصان کے ہیں[37]۔ شرعی اصطلاح میں یتیم اس نابالغ بچے (صغیر) کو کہا جاتا ہے جس کا باپ حدِ بلوغ کو پہنچنے سے پہلے وفات پا گیا ہو[38]۔

کلاسیکی فقہاء نے یتیم کی معاشی پوزیشن پر تفصیلی ابحاث کیں، کیونکہ یتیم کا معاشی وجود باپ کے سایہ سرپرستی سے محروم ہونے کے باعث معاشرے اور ریاست کی خصوصی مصلحت و امانت کے دائرے میں آ جاتا ہے[39]۔ کلاسک قانون کا بانی اصول یہ ہے کہ "بلوغ کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے" (لا یُتْمَ بَعْدَ احتِلامٍ)، جس کی تصدیق امام علی بن ابی طالب کے مایہ ناز اصولی بیان سے ہوتی ہے کہ یتیم کا انقطاع احتلام (بلوغ) اور تصرفِ معاملات (خرید و فروخت کی عقل) سے جڑا ہوا ہے[40]۔

(ج) الأَهْلِيَّةُ (Al-Ahlīyah)

لسانی دائرے میں اہلیت کے معنی "صلاحیت، لیاقت اور جدت" کے ہیں[41]۔ فقہی اصطلاح میں اہلیت سے مراد:

"هي صلاحية الشخص لثبوت الحقوق المشروعة له أو عليه، وصدور الأفعال والأقوال منه على وجه يعتد به شرعاً" (انسان کی وہ قانونی اور شرعی صلاحیت جس کے تحت وہ حقوق کا حقدار بن سکے، فرائض کی ذمہ داری اٹھا سکے، اور اس کے افعال و اقوال کو شرعی طور پر نافذ مانا جائے)[42]۔

اہلیت کا یہ نظریہ اسلامی قانونِ اطفال کا اصل مرکز ہے، جس پر بچے کے معاملی اختیار کا مدار ہے[43]۔

(د) البُلُوغُ (Al-Bulūgh) اور الرُّشْدُ (Al-Rushd)

البُلُوغُ: لغت میں پہنچنے یا انتہا کو چھونے کے ہیں[44]۔ فقہ میں بلوغ اس جسمانی ارتقاء کا نام ہے جہاں بچہ طبیعیاتی طور پر تولیدی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے اور اس کا بچپن رخصت ہو جاتا ہے[45]۔

الرُّشْدُ: اس کے معنی فکری و معاشی بصیرت، اور نفع و نقصان کے عمیق فہم کے ہیں[46]۔ کلاسک فقہاء نے یتیم کا مال واپس کرنے کے لیے قرآن مجید کی سورہ النساء کی آیت ۶ (فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ) کی روشنی میں "رشد" کو بلوغ کے ساتھ ایک ناگزیر شرط قرار دیا ہے[47]۔

(ہ) مَالُ الصَّغِیر (Māl al-Ṣaghīr)

نابالغ بچے کا مال شریعت میں ایک محترم اور مقدس امانت مانا گیا ہے[48]۔ فقہاء نے "مال الصغیر" کے معاشی تصرفات پر ولی (سرپرست) کی کڑی نگرانی رکھی ہے تاکہ بچے کا مال ضائع ہونے سے محفوظ رہے[49]۔ کلاسیکی قانون کے تحت ولی پر لازم ہے کہ وہ صغیر کے مال میں صرف وہی تصرف کرے جو بچے کے لیے سراسر سود مند اور فائدہ مند ہو "التصرف المقيد بالمصلحة" [50]۔

۳۔ اہلیت کے اصولی درجات اور بچے کا معاملی ارتقاء (Degrees of Legal Capacity)

قدیم اصولِ فقہ اور فقہی مذاہب نے بچے کے ذہنی، عقلی اور طبیعیاتی ارتقاء کو سامنے رکھتے ہوئے "اہلیت" (Ahliyyah) کو دو بنیادی درجات میں تقسیم کیا ہے، جن کا متن پر مبنی کلاسک تجزیہ درج ذیل ہے:

اول: اہلیتِ وجوب (Receptive Legal Capacity)

اہلیتِ وجوب کا انحصار صرف اور صرف "انسانی زندگی" (الحیاۃ) پر ہے۔ اس اہلیت کے تحت انسان حقوق حاصل کرنے اور واجبات کا بوجھ اٹھانے کا اہل بن جاتا ہے۔ [51]۔ یہ دو اقسام پر مشتمل ہے:

1. اہلیتِ وجوب ناقصہ (Imperfect Receptive Capacity):

یہ اہلیت بطنِ مادر میں موجود جنین (Fetus) کے لیے ثابت ہوتی ہے[52]۔ چونکہ جنین کا وجود اپنی ماں کے جسم سے پیوستہ ہوتا ہے اور وہ مستقل وجود نہیں رکھتا، اس لیے اس کے لیے صرف وہ حقوق ثابت ہوتے ہیں جو سراسر اس کے لیے مفید ہوں اور جن کے لیے اس کی طرف سے کسی قبولیت یا قول کا ہونا شرط نہ ہو[53]۔

کلاسیکی اسلامی قانون کی رو سے، جنین کے لیے چار اساسی حقوق پیدائشی طور پر محفوظ قرار دیے گئے ہیں:

حقِ نسب (Right to Lineage): جنین کا نسب اس کے شرعی باپ سے قائم مانا جاتا ہے[54]۔

حقِ وراثت (Right to Inheritance): کلاسک مالکی اور شافعی فقہ کے مطابق، اگر جنین کی موجودگی کے دوران مورث فوت ہو جائے، تو اس کا حصہ روک کر معطل کر دیا جاتا ہے جب تک کہ اس کی زندہ ولادت واضح نہ ہو جائے[55]۔

حقِ وصیت (Right to Bequest): جنین کے حق میں وصیت کو شرعاً نافذ العمل مانا گیا ہے[56]۔

حقِ وقف (Right to Waqf Endowment): بچے کے لیے بطنِ مادر ہی سے وقف کا حصہ پانا جائز ہے۔

اس مرحلے پر جنین پر کسی قسم کا کوئی مالی یا معاملی واجب (Obligation) لاگو نہیں کیا جا سکتا۔

2. اہلیتِ وجوب کاملہ (Perfect Receptive Capacity):

یہ اہلیت ہر اس بچے کو حاصل ہو جاتی ہے جو زندہ پیدا ہو، اور یہ موت تک اس کے وجود کا حصہ رہتی ہے[57]۔ اس درجے پر بچے کی اپنی ایک مستقل "ذمہ" (Dhimmah - Legal Personality) وجود میں آ جاتی ہے۔ اب بچہ ہر قسم کے سول حقوق (جیسے ہبہ، ملکیت، دیت، اور مالِ غنیمت میں حصہ) حاصل کرنے کا کامل اہل ہو جاتا ہے[58]۔

اس کے ساتھ ساتھ، اس کے مال پر کچھ واجبات بھی عائد کیے جاسکتے ہیں جو اس کا سرپرست (ولی) اس کے مال سے ادا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، جیسے کہ اقارب کا نفقہ، صدقہ فطر، اور زکوۃِ مال[59]۔ اس کے علاوہ اگر بچہ نادانستگی میں کسی کی جان یا مال کو نقصان پہنچائے، تو اس کی دیت یا تاوانِ متلفات اس کے مال سے وصول کیا جائے گا [60]۔ اصولِ فقہ کا مایہ ناز قاعدہ ہے کہ "عمد الصبی خطأ" (بچے کا جان بوجھ کر کیا گیا مجرمانہ فعل بھی شرعاً خطاء کے زمرے میں آتا ہے)، اس لیے اس پر قصاص نافذ نہیں ہو گا بلکہ اس کے مال یا عاقلہ پر دیت لازم ہوگی[61]۔

دوم: اہلیتِ اداء (Active Legal Capacity)

اہلیتِ اداء سے مراد انسان کی وہ صلاحیت ہے جس کے تحت اس کے اقوال اور معالی تصرفات کو شرعاً معتبر اور نافذ العمل مانا جائے[62]۔ اس اہلیت کا اصل مدار "العقل" (عقل و تمیز) پر ہے، نہ کہ محض زندگی پر[63]۔ بچے کی عقل کے ارتقاء کے مطابق اس اہلیت کے درج ذیل درجات متعین کیے گئے ہیں:

1. اہلیتِ اداء معدوم (Null/Absent Active Capacity):

یہ دورِ طفولیت ہے جو ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک قائم رہتا ہے اور اسے "صغیر غیر ممیز" کا نام دیا جاتا ہے[64]۔ چونکہ اس عمر میں بچے کے اندر نفع و نقصان کا عقل و شعور سرے سے مفقود ہوتا ہے، اس لیے اس کی اہلیتِ اداء مکمل طور پر معدوم مانی جاتی ہے[65]۔

کلاسیکی فقہاء کے اجماع کے مطابق، صغیر غیر ممیز کے تمام اقوال، خرید و فروخت، اقرار، تجارتی معاہدات اور نکاح شرعاً سراسر باطل (Void ab initio) ہیں، خواہ اس کا ولی ان تصرفات کی اجازت یا توثیق ہی کیوں نہ دیدے، کیونکہ عدمِ عقل کی وجہ سے اس کی عبارت کو شریعت میں کوئی قانونی اثر بخشا ہی نہیں گیا[66]۔

2. اہلیتِ اداء ناقصہ (Deficient Active Capacity):

سات سال کی عمر کو پہنچنے پر صغیر کو "ممیز" (Discerning Minor) مانا جاتا ہے، جس کی بنیاد سنِ تمیز پر رکھی گئی ہے[67]۔ اس مرحلے پر بچے کے اندر ناقص یا کمزور فہم پیدا ہو جاتا ہے، جس کے باعث اس کی اہلیتِ اداء ناقصہ ثابت ہوتی ہے[68]۔

کلاسیکی فقہاء نے صغیر ممیز کے معالی تصرفات کو ان کے مالی نفع و نقصان کے اعتبار سے درج ذیل تین واضح ساختی ابعاد میں تقسیم کیا ہے:

خالصتاً نافع تصرفات (Purely Beneficial Acts): وہ تصرفات جن سے صغیر ممیز کے مال میں سراسر اضافہ ہوتا ہو بغیر کسی بدلے یا نقصان کے، جیسے ہبہ (Gift) یا وصیت قبول کرنا، اور صدقات وصول کرنا[69]۔ کلاسک فقہاء کے اجماع کے مطابق، صغیر ممیز کے یہ تصرفات ولی کی پیشگی اجازت یا بعد کی توثیق کے بغیر بھی مطلق طور پر صحیح اور قانونی نافذ العمل مانے جاتے ہیں، کیونکہ اس میں بچے کا سراسر فائدہ ہے[70]۔

خالصتاً نقصان دہ تصرفات (Purely Harmful Acts): وہ معالی عقود جن کے نتیجے میں صغیر ممیز کا کوئی مالی اثاثہ بغیر کسی معاوضے کے اس کی ملکیت سے نکل جائے، جیسے کسی کو مال تحفے میں دینا، صدقہ و خیرات کرنا، وقف کرنا، غلام آزاد کرنا، یا کسی کے قرض کا ضامن (Surety) بننا[71]۔ فقہاء کے اجماع کے مطابق، صغیر ممیز کے یہ تصرفات سرے سے باطل اور کالعدم ہیں، اور ولی کے پاس بھی یہ شرعی اختیار نہیں ہے کہ وہ ان کو جائز یا نافذ قرار دے سکے، کیونکہ ولی کا اصل مقصد مال کا تحفظ ہے، اسے لٹانا نہیں[72]۔

متردد تصرفات (Contracts Oscillating Between Benefit and Harm): وہ عقود اور تجارتی معاملات جن میں نفع پانے کا امکان بھی ہو اور نقصان اٹھانے کا اندیشہ بھی، جیسے خرید و فروخت (البیع والشراء)، اجارہ (Leasing) اور تجارتی شراکت داری[73]۔ ان تصرفات کے قانونی حکم پر کلاسک فقہاء کے مابین دو بنیادی اور تنقیدی نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں:

حنفی، مالکی اور حنبلی (ایک روایت) موقف: ان ائمہ کے نزدیک صغیر ممیز کے یہ تصرفات موقوف (Suspended) ہوتے ہیں[74]۔ یعنی اگر ولی ان تصرفات کو بچے کی مصلحت کے موافق پائے اور اس کی منظوری (Ratification) دیدے، تو یہ نافذ ہو جاتے ہیں، ورنہ باطل ہو جاتے ہیں[75]۔ ان کا اصولی استدلال یہ ہے کہ بچے کو تجربہ سکھانا اور تجارت میں طاق بنانا ناگزیر ہے (ابتلائے یتیم)، اور اس کا متبادل یہ "موقوف" کا اصول ہے[76]۔

شافعی اور حنبلی (دوسری روایت) موقف: ان کے نزدیک صغیر ممیز کا ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا کوئی بھی معاوضاتی عقد (خرید و فروخت) سرے سے باطل ہے۔ ان کا اصولی استدلال یہ ہے کہ چونکہ بچے کی عقل ناقص ہے، اس لیے اس کے اقوال میں کوئی معتبر ارادہ (Legal Intention) نہیں پایا جاتا، لہٰذا ولی کی اجازت کے بغیر اس کا ہر تصرف باطل ٹھہرے گا[77]۔

۴۔ صغارت کے خاتمے کا قانون: بلوغ اور رشد کا تقابل (Puberty and Sound Judgment)

نابالغ بچے کی قانونی سرپرستی اور اس پر قائم عارضی پابندی (الحجر) کا خاتمہ کلاسک اسلامی قانون میں دو اہم ترین فکری معیارات پر منحصر ہے: بلوغ (Puberty) اور رشد (Sound Judgment) [78]۔ ان دونوں کا متنی اور اصولی موازنہ ذیل میں پیش ہے:

(الف) بلوغ (Al-Bulūgh) اور اس کے فقہی معیارات

کلاسیکی فقہ کے مطابق، بچپن کے خاتمے کا پہلا معیار طبیعیاتی یا سنی بلوغ ہے[79]۔ بلوغ کے ثبوت کے دو بنیادی طریقے ہیں:

1. علاماتِ طبیعی (Natural Signs):

لڑکے کے لیے احتلام (Ejaculation) اور لڑکی کے لیے حیض (Menstruation) یا حمل (Pregnancy) کا ظاہر ہونا بلوغ کی قطعی علامت ہے[80]۔

2. بلوغ بالسن (Puberty by Age):

اگر کوئی بچہ طبیعی علامات ظاہر نہ کرے، تو کلاسک فقہاء نے ایک خاص سنِ عمر متعین کیا ہے جس کے بعد اسے حتمی طور پر بالغ (بالغ حکماً) تسلیم کر لیا جاتا ہے[81]۔ اس سن کے تعین میں فقہاء کے مابین شدید علمی اختلافات پائے جاتے ہیں:

شافعی، حنبلی، اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد): ان کے نزدیک لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے پندرہ (15) سال ہجری کی عمر کا مکمل ہونا ہی بلوغ کی حتمی حد ہے [82]۔ ان کا استدلال حضرت ابن عمر کی مشہور روایت پر ہے کہ جب انہیں جنگِ احد میں پیش کیا گیا تو وہ چودہ سال کے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنگ کی اجازت نہیں دی، لیکن جنگِ خندق میں جب وہ پندرہ سال کے ہوئے تو انہیں اجازت دے دی گئی[83]۔

امام ابو حنیفہ: آپ کے نزدیک لڑکے کے لیے اٹھارہ (18) سال اور لڑکی کے لیے سترہ (17) سال کی عمر کا پورا ہونا بلوغ کی حد ہے[84]۔ آپ کا استدلال سورہ الانعام کی آیت ۱۵۲ (حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ) کی تفسیر پر ہے کہ لڑکے کی "اشدہ" (کامل پختگی) اٹھارہ سال کی عمر میں ثابت ہوتی ہے، جبکہ لڑکی کی دماغی و جسمانی نشو و نما تیز ہونے کی وجہ سے اس کی حد سترہ سال مقرر کی گئی ہے[85]۔

امام مالک اور مالکی مکتب کا راجح موقف: ان کے نزدیک لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے سترہ (17) یا اٹھارہ (18) سال کی عمر کا مکمل ہونا بلوغ کا معیار ہے، اور اس میں دونوں اصناف میں کوئی تفریق نہیں ہے[86]۔

(ب) رشد (Al-Rushd) کا فلسفیانہ اور فقہی اختلاف

کلاسیکی فقہ میں یہ ایک عظیم نظریاتی مسئلہ رہا ہے کہ کیا محض بلوغ کا حصول بچے کو اس کے مالی اثاثے سونپنے کے لیے کافی ہے؟ جمہور فقہاء سورہ النساء کی آیت ۶ (فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ) کی اصولی روشنی میں یہ واضح کرتے ہیں کہ بچے کو اس کا مال سپرد کرنے کے لیے بلوغ کے ساتھ ساتھ "رشد" کا پایا جانا بھی ناگزیر شرط ہے[87]۔ رشد کی تعریف میں فقہی مکاتب کے مابین درج ذیل تفریق پائی جاتی ہے:

شافعی مکتب کا سخت موقف (The Shafi'i View):

امام الشافعی کے نزدیک رشد کا مطلب ہے: "الصلاح في الدين والمال معاً" (یعنی بچے کا اپنے دینی فرائض میں صالح ہونا، جیسے نماز پڑھنا اور کبائر سے بچنا، اور اپنے مال کی حفاظت میں عاقل ہونا، یعنی اسراف و تبذیر نہ کرنا)[88]۔ اگر بچہ بالغ ہو جائے لیکن وہ نماز کا تارک ہو یا گناہوں کا مرتکب ہو (فاسق ہو)، تو شافعی مکتب کے مطابق وہ رشد سے عاری ہے، لہٰذا اس پر مالی حجر برقرار رکھا جائے گا اور اسے مال نہیں دیا جائے گا، خواہ وہ بوڑھا ہی کیوں نہ ہو جائے[89]۔

حنفی اور مالکی مکتب کا معتدل موقف(The Hanafi and Maliki View):

ان فقہاء کے نزدیک رشد کا بنیادی تعلق "الصلاح في المال" (معاشی فہم اور مال کی درست تدبیر) سے ہے، اس کا دینی التزام سے براہِ راست تعلق نہیں ہے[90]۔ ان کا ماننا ہے کہ اگر ایک گناہگار یا فاسق شخص اپنے مالی معاملات کو اچھے طریقے سے سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور فضول خرچی نہیں کرتا، تو اسے اس کا مال واپس کر دیا جائے گا، کیونکہ دینی گناہ کا بدلہ آخرت میں ہے، دنیا میں اس کی بنیاد پر اس کے شہری حقوق پامال نہیں کیے جاسکتے[91]۔

امام ابو حنیفہ کا انقلابی نظریہ(preventing eternal interdiction):

امام ابو حنیفہ نے بچے کی قانونی آزادی کے لیے ایک انتہائی اہم اصول پیش کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اگر ایک بچہ بالغ ہو جائے لیکن اس کے اندر رشد کے اثار نظر نہ آئیں، تو اس پر پچیس (25) سال کی عمر تک مالیاتی پابندی (حجر) برقرار رکھی جائے گی۔ لیکن جوں ہی وہ پچیس سال کا ہو جائے گا، تو اس پر سے حجر کو ختم کر کے اس کا مال اس کے سپرد کرنا واجب ہو جائے گا، خواہ وہ بدستور غیر رشید ہی کیوں نہ رہے۔

امام ابو حنیفہ کا شاندار اور اکیڈمک استدلال یہ ہے کہ پچیس سال کی عمر کو پہنچنے پر انسان خود دادا بننے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے، اور اس عمر کے بعد بھی اس پر سرپرستی اور حجر قائم رکھنا اس کی انسانی عظمت اور شرافتِ آدمیت کی توہین ہے (إهدار لآدميته) جو کہ اسے حیوانات کے درجے پر لا کھڑا کرتی ہے۔ پچیس سال پر مال کی بربادی کا خطرہ انسانی شرف کو کچلنے کے خطرے سے چھوٹا اور ہلکا ہے[92]۔ تاہم، امام ابو یوسف اور امام محمد (صاحبین) اور جمہور فقہاء نے اس نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی کہ جب تک رشد ثابت نہ ہو، حجر برقرار رہے گا تاکہ بچہ تہی دست ہو کر معاشرے پر عیال نہ بن جائے[93]۔

(ج) صغیر لڑکی کے حقوقِ مال پر حجر کا مالکی تضاد

نابالغ لڑکی کی معاشی خود مختاری کے معاملے میں کلاسک فقہاء کے مابین ایک نمایاں تفریق ملتی ہے:

جمہور (حنفی، شافعی، حنبلی): ان کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کے درمیان معاشی حقوق کی سپردگی میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ جوں ہی لڑکی بالغ اور رشید ہو جائے، اسے اس کا مال دیا جائے گا اور اس پر قائم حجر زائل ہو جائے گا، خواہ وہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ رہے[94]۔

فقہ مالکی کا روایتی موقف: مالکی فقہ کے مطابق، لڑکی کے بالغ اور رشید ہونے کے باوجود اس پر ولایت اور مالی حجر تب تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے اور اس کا شوہر اس سے رخصتی (دخول) نہ کر لے۔ ان کا ماننا ہے کہ شادی سے پہلے لڑکی سماجی دنیا اور بازار کے معاملات سے بے خبر ہوتی ہے، اس لیے اس کے مال کے ضائع ہونے کا خطرہ مرد سے زیادہ ہوتا ہے[95]۔ ابن رشد نے اپنی کتب میں اس پر مالکی ائمہ کے سات مختلف اقوال نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک "تعنیس" (بڑھاپے یا حیض کے بند ہونے کی عمر، یعنی 50 سے 60 سال) کی حد ہے، جس کے بعد بغیر شادی کے بھی لڑکی کو اس کا مال مل سکتا ہے[96]۔

۵۔ نابالغ بطورِ حقوق رکھنے والا خود مختار وجود(The Minor as a Rights-Bearing Subject)

کلاسیکی اسلامی قانون کا تفصیلی تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے کہ شریعت نے نابالغ بچے کو کبھی بھی محض سرپرست کے تابع یا ایک مجبور وجود تسلیم نہیں کیا، بلکہ اسے کامل سول حقوق اور محدود معاملی خود مختاری فراہم کی ہے[97]۔ اس فکری تصور کے درج ذیل علمی ابعاد ہیں:

1. کامل شہری اور معاشی حقوق کا حامل ہونا:

بچے کو پیدائش کے دن سے ہی املاک کا مالک بننے، داد و دہش وصول کرنے، ہبہ پانے، اور ورثہ حاصل کرنے کا کامل حق حاصل ہوتا ہے[98]۔ اس کی رضامندی کی معاملی کمزوری کو پُر کرنے کے لیے "ولی" کا تقرر کیا جاتا ہے، جو مصلحت کی بنیاد پر اس کے حقوق کا دفاع کرتا ہے[99]۔

2. ذمہ(Dhimmah)کا فطری اثبات:

فقہاء کے نزدیک "الذمہ" ایک ایسا شرعی وصف ہے جو ہر جاندار انسان کے ساتھ لازمی پیوستہ ہے۔ اصولِ فقہ کے نامور مصنف صدر الشریعہ کے مطابق، انسان کی تخلیق ہی اس عہدِ الٰہی کے تحت ہوئی ہے جس کے باعث پیدائش کے دن سے ہی اسے ایک کامل قانونی تحفظ مل جاتا ہے۔ بچے کی ذمہ داری کامل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے اموال سے غرباء کا نفقہ، زکوٰۃ، اور متلفات کا ضمان وصول کیا جاتا ہے۔

3. حجر(Interdiction)برائے تحفظ نہ کہ برائے سزا:

بچے پر کلاسک اسلامی فقہ میں جو حجر (معالی پابندی) عائد کی جاتی ہے، اس کا مقصد بچے کو معاشی نقصانات سے بچانا اور اس کے بچپن کا تحفظ ہے، نہ کہ اسے کسی حق سے محروم کرنا۔ یہ حجر "لحقِ نفسہ" (بچے کے اپنے ذاتی فائدے کے لیے) ہوتا ہے، جبکہ مفلس یا مقروض پر حجر "لحقِ غیرہ" (دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے) عائد کیا جاتا ہے[100]۔

اس طرح، قبل از جدید اسلامی فقہ نے بچے کی صغارت کو اس کے انسانی شرف اور قانونی وجود کی بربادی کا سبب نہیں بننے دیا، بلکہ اس کی صغارت کو اس کے معاشی اور جسمانی تحفظ کے لیے ایک مضبوط قانونی قلعہ بنا کر پیش کیا ہے[101]۔

حصہ سوم: ولایت اور حضانت: اختیار، تحفظ اور بچے کے مفاد کا فقہی تصور

Part 3: Guardianship and Custody: Authority, Protection, and the Juristic Concept of (the Child's Best Interests)

انسانی ارتقاء کے قانونی اور اخلاقی تفہیم کے بعد، قدیم اسلامی قانون(Premodern Islamic Law)کا سب سے اہم عملی اور تعمیری مرحلہ وہ تنظیمی ڈھانچہ ہے جو بچے کے تحفظ، معاشی کفالت اور معاشرتی نشوونما کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ یہ تنظیمی ڈھانچہ دو متوازی مگر مربوط ستونوں پر قائم ہے: الولایۃ(Guardianship) اور الحضانۃ (Custody) [102]۔ جہاں ولایت کا بنیادی ہدف بچے کی معاشی، تعلیمی اور عائلی سرپرستی کے لیے ایک مقتدرہ اور قانونی دائرہ کار قائم کرنا ہے، وہاں حضانت کا مقصد طفلِ صغیر کو ممتا کی گود، شفقت، اور طبعی تحفظ فراہم کرنا ہے[103]۔

کلاسیکی شریعت نے ان دونوں اداروں کی تدوین کرتے وقت ایک ایسے غیر معمولی ساختی اور فکری توازن کی بنیاد رکھی ہے جس میں ایک طرف سرپرستِ اعلیٰ (باپ اور عصبات) کے معالی اور تادیبی اختیارات (Parental Authority) کو برقرار رکھا گیا ہے، اور دوسری طرف بچے کی جسمانی، اخلاقی اور معاشی بہبود (Child's Protection) کو اصل الاصول بنا کر پیش کیا گیا ہے[104]۔ زیرِ نظر باب میں ہم کلاسیکی عربی مصادر اور مذاہبِ اربعہ کی فقہی استدلال(Legal Reasoning) کی روشنی میں ولایت اور حضانت کے باہمی حقوق، ذمہ داریوں اور ان کے مابین قائم لطیف توازن کا تفصیلی اکیڈمک موازنہ پیش کریں گے۔

۲۔ الولایۃ: اصول، اقسام اور اختیار و تحفظ کا توازن (The Juristic Theory of Wilāyah)

کلاسیکی فقہی متون میں "ولایت"(Wilāyah) محض ایک قانونی اقتدار یا حقوقِ تصرف کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ "مسؤولية الولي" (سرپرست کی شرعی اور اخلاقی جوابدہی) اور مصلحتِ طفل کی نگہداشت پر مبنی ایک عظیم امانت ہے[105]۔

(الف) ولایت کی اصولی تعریف اور معنوی حدود

فقہائے اسلام نے ولایت کی قانونی حیثیت کی تعریف یوں کی ہے:

"هي تنفيذ القول على الغير شاء أو أبى" (یعنی کسی دوسرے پر اپنے قول یا فیصلے کو نافذ کرنے کا وہ حق جو شریعت نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر دیا ہو، خواہ وہ دوسرا شخص اسے پسند کرے یا نہ کرے)[106]۔

نابالغ بچے (صغیر) پر ولی کے اس اختیار کا اصولی سبب بچے کا ذہنی و معالی عجز(Sighar) ہے[107]۔ چونکہ بچہ اپنے نفع و نقصان کی تمیز سے عاری ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے ولی کو اس کا متبادل عقل(Legal Substitute) بنا کر پیش کیا ہے[108]۔ تاہم، کلاسک قانون کا بانی اصول یہ ہے کہ ولی کا ہر فیصلہ اور تصرف صغیر کے

لیے سراسر نفع بخش ہونا ناگزیر ہے، جسے "التصرف المقيد بالمصلحة" کہا جاتا ہے۔ اگر ولی صغیر کے معاملات میں مصلحت کے دائرے سے باہر قدم رکھے گا، تو اس کا وہ تصرف شرعاً باطل اور کالعدم ٹھہرے گا۔[109]

(ب) ولاية النفس (Guardianship of the Person)

ولایتِ نفس سے مراد بچے کی ذات، اس کی تربیت، صحت، تعلیم، اور عائلی حقوق (جیسے ولایۃ التزویج) کی نگرانی اور فیصلے کا اختیار ہے۔ اس ولایت کے دائرہ کار میں دو اہم ترین ابعاد شامل ہیں:

1. ولاية الحفظ والتربية والتعليم:

بچے کی اخلاقی، دینی اور فکری نشوونما ولیِ نفس کی اولین معاشی اور اخلاقی ذمہ داری ہے[110]۔ امام مالک اور امام الشافعی کے نزدیک ولی پر فرض ہے کہ وہ بچے کو شریعت کے آداب سکھائے اور اسے کسی ایسے ہنر یا علم سے آراستہ کرے جس سے وہ بالغ ہونے کے بعد خود کفیل ہو سکے[111]۔

2. ولاية الإجبار في النكاح (Compelling Guardianship):

کلاسیکی عائلی قوانین میں یہ موضوع سب سے زیادہ نازک اور معرکہ آرا رہا ہے۔ ولایتِ اجبار سے مراد باپ یا دادا کا وہ قانونی حق ہے جس کے تحت وہ صغیر یا صغیرہ کا نکاح ان کی بلوغت سے قبل ان کی مصلحت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کر سکتے ہیں[112]۔

بکارت بنام صغر کا اصولی اختلاف: مالکی، شافعی اور حنبلی مکتب کے نزدیک لڑکی کے معاملے میں ولایتِ اجبار کا سبب صرف صغر (بچپن) نہیں ہے، بلکہ "البكارة" (کنوارا پن) بھی ایک سبب ہے[113]۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک باپ اپنی بالغہ بکر لڑکی کا نکاح بھی اس کی صریح زبان سے اجازت لیے بغیر کرنے کا حق رکھتا ہے، کیونکہ کنواری لڑکی عفت اور شرم و حیا کی وجہ سے اپنے معاملی فیصلے خود کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، حنفی مکتب کا استدلال انتہائی انقلابی اور ساختی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ولایتِ اجبار کا واحد سبب صرف اور صرف "صغر" (نابالغ ہونا) ہے۔ جوں ہی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے، اس پر سے ہر قسم کی ولایتِ اجبار کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے نکاح کا فیصلہ کرنے میں ایک بالغ مرد کی طرح آزاد اور خود مختار ہو جاتی ہے۔[114]

(ج) ولاية المال (Property Guardianship)

ولایتِ مال کا بنیادی ہدف یتیم یا نابالغ بچے کے اثاثوں اور املاک کی حفاظت، ان کی معاشی تنمیہ (سرمایہ کاری) اور ہر قسم کے معاشی خطرات سے بچے کو محفوظ رکھنا ہے [115]۔

1. ولیِ مال کی ترتیب اور ماں کا اخراج:

کلاسیکی مذاہبِ اربعہ میں ولایتِ مال کی ترتیب میں سب سے پہلا حق باپ کا ہے، اس کے بعد باپ کے وصی (Executor) کا، پھر دادا کا، پھر دادا کے وصی کا، اور اگر عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو قاضی (عدالت) ولی مقرر کرتی ہے[116]۔ اس ترتیب میں سب سے نمایاں پہلو ماں کو ولایتِ مال کے دائرے سے یکسر باہر رکھنا ہے [117]۔ کلاسیکی فقہاء کی قانونی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے معاشی کفالت (النفقة) کی تمام تر ذمہ داری صرف مرد عصبات پر ڈالی ہے، اس لیے ولایتِ مال بھی صرف انہی مرد عصبات کو سونپی گئی ہے جو بچے کے مالی واجبات اٹھانے کے ذمہ دار ہیں[118]۔ ماں چونکہ نفقہ سے آزاد ہے، اس لیے وہ ولایتِ مال کی اہل نہیں مانی گئی، البتہ وہ ہبہ کردہ مال کی حد تک شرائط کے ساتھ معالی نیابت رکھ سکتی ہے[119]۔

2. معاشی تصرفات کی حدود اور تاوانِ ولی:

ولیِ مال صغیر کے املاک میں کوئی بھی ایسا تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہے جو بچے کے لیے نقصان دہ ہو[120]۔ ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ بچے کے مال سے کسی کو ہبہ (تحفہ) دے، صدقہ کرے، یا بلا مصلحتِ شرعی اس کا کوئی اثاثہ سستے داموں فروخت کرے[121]۔ اگر ولی صغیر کے مال کو کسی ایسے خطرے یا کاروبار میں لگائے گا جہاں نقصان کا امکان نفع سے زیادہ ہو، تو ولی کو اس نقصان کا ذاتی طور پر تاوان (ضمان) ادا کرنا ہو گا، کیونکہ ولایت کا مقصد صغیر کے مال کو بڑھانا ہے، اسے برباد کرنا نہیں۔

۳۔ الحضانة: مامتا کے حقوق اور مصلحتِ طفل کا قانون (The Jurisprudence of Ḥaḍānah)

"حضانت" (Custody) کلاسیکی اسلامی قانون کا وہ درخشندہ پہلو ہے جہاں شریعت نے بچے کے جسمانی اور نفسیاتی تحفظ کے لیے ماں کے فطری اور حیاتیاتی کردار کو اولین قانونی ترجیح دی ہے[122]۔

(الف) حضانت کی لغوی اور اصطلاحی ابعاد

لغت میں حضانت کا مآخذ "الحِضْن" (بغل، گود یا آغوش) سے ہے[123]۔ فقہی اصطلاح میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"حفظ من لا يستقل بأمره والنهوض بتربيته ووقايته عما يهلكه أو يضره" (یعنی اس صغیر کی حفاظت و پرورش کرنا جو اپنے ذاتی امور کو سرانجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور اسے ہر اس چیز سے بچانا جو اسے جسمانی یا اخلاقی طور پر ہلاک یا نقصان پہنچا سکے)[124]۔

بنیادی پرائمری نصوص میں حضانت کی اصل اساسی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر کی وہ مشہور روایت ہے جس میں ایک مظلوم ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر عرض کیا کہ اس کا شوہر اس کے بچے کو اس سے چھیننا چاہتا ہے، جبکہ اس کا بطن بچے کا وعاء (ٹھکانہ)، اس کا پستان بچے کا سقاء (پانی کا برتن)، اور اس کی آغوش بچے کا حواء (حفاظتی قلعہ) رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں تاریخی فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا:

"أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي" (تم اس بچے کی پرورش کی اس وقت تک سب سے زیادہ حقدار ہو جب تک تم کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلو)[125]۔

(ب) قانونِ حضانت کا عظیم الشان فلسفہ: حقِ حاضنہ بنام حقِ محضون

کلاسیکی فقہاء کے مابین یہ ایک گہرا اصولی اور فلسفیانہ سوال رہا ہے کہ آیا حضانت بنیادی طور پر پرورش کرنے والی ماں کا ذاتی حق (Right of the Custodian) ہے یا یہ بچے کی بہبود کا حق (Right of the Child) ہے؟

حقِ حاضنہ کا نقطۂ نظر: اگر اسے صرف ماں کا حق مانا جائے، تو ماں کے پاس یہ قانونی اختیار ہونا چاہیے کہ وہ جب چاہے بچے کی پرورش سے انکار کر دے، اور اس پر زبردستی یہ ذمہ داری مسلط نہ کی جائے۔

حقِ محضون کا نقطۂ نظر: اگر اسے بچے کا حق مانا جائے، تو ماں کو زبردستی بچے کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ بچے کا نعم البدل کوئی دوسری عورت نہیں ہو سکتی۔

فقہاء کی معتدل تطبیق اور خلع کا فیصلہ: کلاسیکی ائمہ اربعہ بالخصوص حنفیہ اور شافعیہ کا مایہ ناز اصولی فیصلہ یہ ہے کہ حضانت بنیادی طور پر "حقِ محضون" (بچے کا حق) ہے، اور اسے ماں کے ذاتی حق پر ہمیشہ تفوق حاصل رہے گا۔ اسی بنیاد پر فقہ حنفی کا یہ اساسی قاعدہ ہے کہ اگر میاں بیوی کے مابین طلاق اس شرط پر واقع ہو (عقدِ خلع) کہ ماں بچے کے حقِ پرورش سے دستبردار ہو جائے گی، تو یہ خلع شرعاً جائز ہو گا لیکن بچے کو چھوڑنے کی شرط سرے سے باطل اور کالعدم ہو گی، کیونکہ ماں بچے کا وہ حقِ پرورش ساقط کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتی جو شریعت نے بچے کے تحفظ کے لیے وضع کیا ہے[126]۔

اسقاط اور واپسی کا اصول: اگر ماں اپنی مرضی سے بلا عذر بچے کو چھوڑ دیتی ہے، تو کیا وہ بعد میں رجوع کر سکتی ہے؟ حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک وہ جب چاہے رجوع کر سکتی ہے، کیونکہ حضانت ایک ایسا حق ہے جو وقت کے ساتھ نیا ہوتا رہتا ہے (حق يتجدد بتجدد الزمان) جیسے کہ نفقہ[127]۔ تاہم، مالکی مکتب کا مشہور موقف یہ ہے کہ اگر ماں نے بلا عذر ایک بار حقِ پرورش چھوڑ دیا، تو اس کا یہ حق مستقل طور پر ساقط ہو جائے گا اور وہ دوبارہ اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا یہ فعل اس کی بے مہر اور عدمِ شفقت کی علامت بن جاتا ہے[128]۔

(ج) شروطِ حضانت (The Legal Criteria for Custody)

بچے کے جسمانی اور اخلاقی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کلاسیکی فقہاء نے حاضنہ (پرورش کرنے والی) کے لیے کچھ سخت شرائط عائد کی ہیں[129]:

1. **البلوغ اور العقل:** نابالغ لڑکی یا مجنونہ عورت بچے کی پرورش کی اہل نہیں ہے، کیونکہ وہ خود اپنی ذات کے فیصلوں میں دوسرے کی محتاج ہوتی ہے[130]۔

2. الأمانة في الدين (Moral Trustworthiness):حاضنہ کا پاک دامن اور اخلاقی طور پر امین ہونا شرط ہے[131]۔ اگر ماں بدکار ہو، چور ہو، یا کسی ایسی پیشہ ورانہ سرگرمی میں ملوث ہو جس سے بچہ اخلاقی بگاڑ کا شکار ہو سکتا ہو (جیسے ناؤنوش کی محافل)، تو اس کا حقِ حضانت فوراً ساقط ہو جائے گا[132]۔

3. القدرة على الحفظ (Physical and Practical Capability): اگر حاضنہ اتنی بوڑھی ہو، یا کسی ایسی بیماری (جیسے اندھاپن، بہراپن یا تپِ دق) میں مبتلا ہو جس سے وہ بچے کی دیکھ بھال نہ کر سکے، تو حضانت منتقلی کی مستحق ہو جاتی ہے[133]۔

4. عدم النكاح بأجنبي (Impediment of Remarriage):اگر ماں کسی ایسے مرد سے شادی کر لے جو بچے کا ذی رحم محرم (مثلاً بچے کا چچا یا دادا) نہ ہو بلکہ اجنبی ہو، تو ماں کا حقِ حضانت ختم ہو جاتا ہے[134]۔ فقہاء کی ساختی دلیل یہ ہے کہ سوتیلا باپ (اجنبی) بچے پر شفقت نہیں رکھتا اور ماں شوہر کی خدمت کی وجہ سے بچے کی طرف مصلحتِ تامہ مبذول نہیں کر پاتی[135]۔ لیکن اگر وہ شوہر فوت ہو جائے یا طلاق واقع ہو جائے، تو مصلحتِ طفل کے تحت ماں کا حقِ حضانت دوبارہ بحال ہو جاتا ہے[136]۔

(د) اختلافِ دین اور بچے کا عقیدہ (Interfaith Custody and Religious Protection)

مسلم بچے کی غیر مسلم کتابیہ ماں (مثلاً عیسائی یا یہودی) کے حقِ حضانت پر کلاسیکی فقہاء کے مابین ایک گہرا اصولی موازنہ ملتا ہے[137]:

حنفی اور مالکی موقف (The Inclusive View): ان کے نزدیک ماں کا مسلمان ہونا حضانت کے لیے شرط نہیں ہے[138]۔ غیر مسلم ماں بھی اپنے مسلم بچے کی پرورش کرنے کی اتنی ہی حقدار ہے جتنی کہ مسلم ماں، کیونکہ شفقتِ مادری کا تعلق انسانی فطرت اور حیاتیات سے ہے، عقیدے سے نہیں[139]۔ تاہم، یہ حق اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک بچہ دین اور علاماتِ کفر کو سمجھنے کے لائق نہ ہو جائے (سنِ تمیز، یعنی سات سال)[140]۔ اگر قاضی کو یہ خطرہ ہو کہ ماں بچے کو عیسائی عبادت گاہوں میں لے جا کر اسے غیر مسلم شعائر سکھا رہی ہے، یا اسے خنزیر کا گوشت اور شراب کھلا رہی ہے، تو بچے کے عقیدے کے تحفظ کے لیے اسے ماں کی تحویل سے نکال کر مسلم اقارب کو سونپ دیا جائے گا[141]۔

شافعی اور حنبلی موقف (The Exclusive View): ان کے نزدیک اسلام حاضنہ کے لیے ایک ناگزیر اور اساسی شرط ہے[142]۔ غیر مسلم ماں کو مسلم بچے کی پرورش کا کوئی حق حاصل نہیں ہے[143]۔ ان کا اصولی استدلال قرآن مجید کی آیت "ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا" سے ہے، کیونکہ حضانت بھی ایک قسم کی ولایت اور غلبہ ہے، اور کسی غیر مسلم کو مسلم پر ولایت دینے سے بچے کا ایمان خطرے میں پڑ سکتا ہے جو کہ مقاصدِ شریعہ (حفظِ دین) کے سراسر منافی ہے[144]۔

۴۔ مدتِ حضانت اور کتبِ اربعہ کا تقابلی تجزیہ (The Duration of Custody)

پرورش کی انتہائی مدت اور اس کے بعد بچے کو باپ کی طرف منتقل کرنے کے معاملے میں مذاہبِ اربعہ کے استدلالات ان کے سماجی اور ساختی افکار کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں[145]:

ا۔ حنفی مکتب کا استدلال (The Hanafi Logic)

فقہ حنفی میں لڑکے اور لڑکی کے درمیان مدتِ حضانت میں واضح ساختی تفریق قائم کی گئی ہے[146]۔

لڑکے کے لیے (استغناء): لڑکے کی مدتِ حضانت سات (7) یا نو (9) سال کی عمر پر ختم ہوتی ہے، جس کا معیار "الاستغناء عن خدمة النساء" (یعنی جب بچہ خود کھانے، پینے، کپڑے بدلنے اور استنجاء کرنے کے لائق ہو جائے)[147]۔ حنفی فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اس عمر کے بعد لڑکے کو مردانہ صفات، تادیب اور اخلاق سکھانے کی ضرورت ہوتی ہے، جو کہ صرف باپ یا عصبات ہی اچھے طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں[148]۔

لڑکی کے لیے (حدِ حیض یا حدِ شہوت): لڑکی اپنی ماں یا دادی کے پاس اس وقت تک رہے گی جب تک کہ اسے حیض نہ آجائے (یعنی حدِ بلوغ تک)[149]۔ حنفی استدلال یہ ہے کہ لڑکی کو بالغ ہونے تک امورِ خانہ داری، عفت، اور عورتوں کے مخصوص آداب اپنی ماں سے سیکھنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اسے ماں کے پاس طویل عرصے تک رکھنا اس کی اصل مصلحت ہے[150]۔

۲۔ مالکی مکتب کا استدلال (The Maliki Logic)

فقہ مالکی اس معاملے میں سب سے زیادہ لچکدار اور ماں کے حقوق کی سب سے بڑی علمبردار مانی جاتی ہے[151]۔

لڑکے کے لیے: لڑکا بلوغِ طبعی (جسمانی پختگی) تک اپنی ماں کے پاس رہے گا[152]۔

لڑکی کے لیے: لڑکی اپنی ماں کے پاس تب تک رہے گی جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے اور اس کا شوہر اس سے رخصتی (الدخول) نہ کر لے[153]۔

مالکی استدلال: امام مالک کا ماننا ہے کہ ماں مہر و محبت اور نفسیاتی سہارے کا اصل مرکز ہے، اور جب تک لڑکا خود مختار مرد نہ بن جائے اور لڑکی اپنے ذاتی گھر کی ملکہ نہ بن جائے، وہ اپنی ماں کی آغوشِ شفقت سے محروم نہیں کیے جا سکتے[154]۔

۳۔ شافعی اور حنبلی مکتب کا استدلال (The Shafi'i and Hanbali Logic of Takhīr)

شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک بچپن کی حد سات (7) سال مقرر ہے، جس کے بعد بچے کو اختیار (تخییر) دیا جاتا ہے[155]۔

تخییر کا اصول: جب بچہ سات سال کا ہو جاتا ہے، تو قاضی اسے اپنے سامنے بٹھا کر باپ اور ماں کے درمیان کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار دیتا ہے[156]۔ بچہ جس کا ہاتھ پکڑ لے، اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ان کا استدلال حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ممیز بچے کو ماں اور باپ کے درمیان کھڑا کر کے فرمایا: "هذا أبوك وهذه أمك، فخذ بيد أيهما شئت" (یہ تمہارا باپ ہے اور یہ تمہاری ماں، تم جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو)[157]۔

صنفِ اناث کا حنبلی استثناء: امام احمد بن حنبل لڑکی کے معاملے میں اس تخییر کو باطل قرار دیتے ہیں۔ حنبلی مکتب کے مطابق سات سال کی لڑکی کو بغیر کسی تخییر کے باپ کے سپرد کر دیا جائے گا، کیونکہ لڑکی کو عفت اور حفاظتِ نفس کی ضرورت ہوتی ہے، اور باپ اس کے تحصین اور شادی کے پیغامات کی حفاظت میں ماں سے زیادہ مقتدر اور قوی ہے[158]۔ شافعی ائمہ لڑکی کے لیے بھی تخییر کے قائل ہیں، کیونکہ ان کا بنیادی مقصد بچے کی اپنی دلی راحت اور مصلحت ہے[159]۔

۵۔ النفقۃ اور تربیت کی معاشی ذمہ داری (Financial Maintenance as a Fiduciary Obligation)

قدیم اسلامی قانون نے ولایت اور حضانت کے اختیارات کو معاشی نفقہ (Maintenance) کے ساتھ مربوط کر کے صغیر کے حقوق کو ایک غیر معمولی مالیاتی ضمانت بخشی ہے[160]۔

(الف) نفقہ کی باپ پر مطلق فرضیت

کلاسیکی فقہاء کے اجماع کے مطابق، نابالغ اور فقیر بچے کا تمام تر نفقہ (جس میں طعام، لباس، رہائش، تعلیم، اور طبی علاج شامل ہے) باپ پر فرضِ عین ہے، اور اس کا ماں کی مالی پوزیشن یا غربت سے کوئی تعلق نہیں ہے[161]۔ اگر باپ تنگ دست ہو، تو یہ ذمہ داری اس کے بعد آنے والے قریبی مرد عصبات (جیسے دادا یا چچا) پر منتقل ہو جاتی ہے، جس سے ایک مضبوط خاندانی معاشی نیٹ ورک وجود میں آتا ہے[162]۔

(ب) اجرتِ رضاعت اور اجرتِ حضانت کا قانون

اگر ماں طلاق یافتہ ہو، تو باپ پر نا صرف بچے کا نفقہ فرض ہے بلکہ اسے ماں کو درج ذیل دو معاشی معاوضے بھی ادا کرنے ہوں گے[163]:

1. أجرة الرضاع (Breastfeeding Wages): اگر ماں بچے کو دودھ پلا رہی ہے، تو وہ باپ سے اس کی اجرت لینے کی حقدار ہے، جیسا کہ سورہ الطلاق کی آیت ۶ (فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ) میں واضح ہے[164]۔
2. أجرة الحضانة (Custody Wages): ماں طلاق کے بعد بچے کی پرورش کرنے پر باپ سے مستقل اجرتِ حضانت حاصل کرنے کی حقدار ہے۔

کلاسک قانون کا یہ بے مثال اصول ماں کی مامتا کو معاشی استحصال سے بچاتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ شریعت نے بچے کے تحفظ کے لیے ماں کی ممتا کو باپ کی مالیاتی ذمہ داری (Fiduciary Liability) کے تحت ایک مضبوط ڈھال فراہم کی ہے[165]۔

۶۔ بحث و تجزیہ: ساختی توازن اور مصلحتِ طفل کا فلسفہ (Analytical Discussion)

ولایت اور حضانت کے قوانین کا تقابلی اور اکیڈمک تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے کہ قدیم اسلامی فقہ نے خاندان کے ڈھانچے میں صنفی کرداروں کو کسی تعصب یا برتری کی بنیاد پر تقسیم نہیں کیا، بلکہ اسے بچے کے مفاد "مصلحة المحضون الفضلى" کے لیے ایک نہایت کارگر اور عملی نظام کے طور پر تشکیل دیا ہے[166]۔

فقہی زاویہ (Legal Angle) ولایة (باپ کا دائرہ) حضانت (ماں کا دائرہ) مصلحتِ طفل کی ضمانت (Child's Maslahah)

طبیعی خصوصیت : قوت، تادیب، معاشی تحفظ، بیرونی معاملات کی سوجھ بوجھ۔ رفق، گہری شفقت، صبر، اور جسمانی و نفسیاتی نگہداشت۔ بچے کو بچپن میں شفقتِ مادری ملی اور پختگی کے وقت مردانہ تادیب حاصل ہوئی۔

مالیاتی بوجھ : نفقہ، دیت، تعلیم و رہائش کے تمام اخراجات کا ضامن۔ معاشی اخراجات سے کلی طور پر آزاد اور اجرت کی مستحق۔ بچے کا معاشی تحفظ باپ کے ذمہ رہا جبکہ نگہداشت ماں کی بلا معاوضہ شفقت کا حصہ بنی۔[167]

معاملی فیصلہ: نکاحِ صغار، ولایتِ اجبار، اور اثاثوں کی سرمایہ کاری۔ روزمرہ کی حفاظت، رہائش کا انتظام اور بنیادی پرورش۔ بچے کے دوررس معاشی فیصلے تجربہ کار عصبات نے کیے، جبکہ روزمرہ کی زندگی ماں کے سائے میں محفوظ رہی۔[168]

یہ ساختی تقسیم اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جہاں ماں کو اپنی فطری خصوصیت (شفقت) کی بنیاد پر بچے کی ذات کا امین بنایا گیا ہے، وہاں اس پر معاشی بوجھ ڈال کر اسے تنگ دست نہیں کیا گیا[169]۔ دوسری طرف، باپ کو اگرچہ معاملی مقتدرہ (Authority) سونپی گئی ہے، لیکن اس کے تمام اختیارات کو صغیر کی مصلحت اور معاشی ذمہ داریوں کے ساتھ سخت مقید کر دیا گیا ہے[170]۔ اگر باپ یا ولی بچے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی برتے گا، تو شریعت قاضی (ریاست) کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ ولی کے اختیارات چھین کر بچے کی ولایت اور حضانت کو متبادل صالح ہاتھوں میں منتقل کر دے[171]۔

حصہ چہارم: نفقہ اور تربیت: بچے کے مالی، اخلاقی اور سماجی تحفظ کی فقہی بنیادیں

قدیم اسلامی قانون میں بچے کی نشو و نما اور سماجی حیثیت کو معاشی اور تادیبی تحفظ کی مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ شریعت کی رو سے صغیر (نابالغ بچہ) چونکہ اپنی ذات میں جسمانی، عقلی اور معاشی طور پر کمزور اور ناتواں ہوتا ہے، اس لیے اس کے وجود کو معاشرتی اور عائلی نظام کے تحت ایک یکطرفہ حقدار (Unilateral Rights-Holder) کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے تحفظ کا یہ فریم ورک دو بنیادی ستونوں پر قائم ہے:

پہلا ستون نفقہ (Maintenance) ہے، جو بچے کی مادی اور طبیعی بقا (Physical Survival) کو یقینی بناتا ہے؛ اور دوسرا ستون **تربیت و تادیب (Upbringing and Discipline)** ہے، جو اس کی فکری، اخلاقی اور سماجی شخصیت کی تعمیر کا ضامن ہے[172]۔

فقہائے اسلام نے نفقہ اور تربیت کو محض اخلاقی ذمہ داری یا خیرات کے طور پر نہیں دیکھا، بلکہ اسے ایک قانونی طور پر نافذ العمل شرعی فریضہ (Legal Obligation) قرار دیا ہے، جس کی خلاف ورزی پر سرپرست کو ریاست اور قضاء کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا ہے[173]۔

۲۔ نفقہ: بچے کے مادی بقا کا قانونی حق (Nafaqah: The Child's Right to Material Survival)

کلاسیکی عربی فقہ میں "نفقہ" سے مراد وہ تمام مادی وسائل زندگی ہیں جو کسی کمزور وجود کی بقا کے لیے ناگزیر ہوں۔ اس کے دائرہ کار میں بنیادی طور پر چار اساسی ابعاد شامل ہیں: الطعام (خوراک)، الکسوۃ (لباس)، السکن (رہائش)، اور الرضاع (دودھ پلانا/رضاعت)[174]۔

(الف) رضاعت اور اس کے معاشی احکام (The Juristic Rules of Breastfeeding)

بچے کی مادی زندگی کا پہلا حق رضاعت (الرضاع) ہے۔ کلاسک مالکی اور حنفی متون کے قریبی تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ رضاعت بنیادی طور پر ماں کی اخلاقی اور بعض صورتوں میں قانونی ذمہ داری ہے، لیکن اس کے معاشی اخراجات باپ پر عائد ہوتے ہیں۔

فقہ مالکی کا موقف: مالکی متون کے مطابق، اگر ماں عقدِ زوجیت میں قائم ہے، تو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا شرعاً لازم ہے (اِلا لشرف اَو مرض) یعنی اگر وہ کسی ایسے عالی نسب خاندان سے تعلق رکھتی ہو جہاں عورتیں خود دودھ نہیں پلاتیں، یا وہ بیمار ہو، تو اس پر سے یہ وجوب ہٹ جاتا ہے اور باپ پر لازم ہوتا ہے کہ وہ دایہ (Wet-nurse) کا انتظام کرے[175]۔

فقہ حنفی اور جمہور کا موقف: احناف کے نزدیک، ماں کو طلاق کے بعد اپنے بچے کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ طلاقِ بائن کی عدت گزار رہی ہو یا عدت سے فارغ ہو چکی ہو، تو وہ باپ سے دودھ پلانے کی اجرت (اجرة الرضاع) طلب کرنے کا شرعی حق رکھتی ہے، جیسا کہ سورہ الطلاق کی آیت ٦ (فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ) سے ثابت ہے[176]۔ اگر باپ امیر ہو اور ماں اجرت مانگے، تو باپ پر لازم ہے کہ وہ ماں کو اجرت دے، بجائے اس کے کہ وہ کسی اجنبی دایہ سے دودھ پلوائے، کیونکہ مادری شفقت مصلحتِ طفل کے سب سے زیادہ موافق ہے[177]۔

(ب) نفقہ کس پر واجب ہے؟ باپ کی مطلق ذمہ داری (The Absolute Liability of the Father)

کلاسک اسلامی فقہ کا متفقہ اصول یہ ہے کہ نابالغ غریب بچے کا نفقہ اس کے باپ پر فرضِ عین ہے، اور اس ذمہ داری میں کوئی دوسرا رشتہ دار شریک نہیں ہو سکتا۔ ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں:

"أجمع أهل العلم على أن نفقة الأولاد الصغار الذين لا مال لهم واجبة على الأب" (اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان نابالغ بچوں کا نفقہ جن کا اپنا کوئی مال نہ ہو، ان کے باپ پر واجب ہے)[178]۔

اگر باپ تنگ دست ہو یا وفات پا چکا ہو، تو یہ واجب کس پر منتقل ہو گا؟ اس پر فقہی مکاتب میں گہرا اختلاف پایا جاتا ہے:

احناف کا موقف: اگر باپ تہی دست ہو یا فوت ہو چکا ہو، تو نفقہ کی ذمہ داری ان اقارب پر عائد ہو گی جو بچے کے محرم وارث (Mahram Heirs) ہوں، اور یہ وراثت کے حصوں کے تناسب سے تقسیم ہو گی۔

شافعیہ کا موقف: نفقہ کا مدار قرابت اور اصول و فروع کے پائیدار رشتے پر ہے۔ اگر باپ نہ ہو، تو دادا (اصول) پر نفقہ واجب ہو گا، خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو[179]۔

مالکیہ کا موقف: نفقہ صرف باپ پر واجب ہے، اور اس کی وفات یا عجز کی صورت میں یہ ذمہ داری دادا یا چچا پر منتقل نہیں ہوتی، بلکہ بچہ اگر فقیر ہو تو اس کی کفالت ریاست (بیت المال) کے ذمہ ہوتی ہے[180]۔

(ج) نفقہ کی انتہا: معاشی آزادی کا مرحلہ (The Cessation of Maintenance Obligations)

باپ پر بچے کا نفقہ کب تک لازم رہتا ہے؟ کلاسک فقہاء نے اس کے لیے واضح معاشی اور سماجی حدود مقرر کی ہیں:

لڑکے کے معاملے میں: احناف اور جمہور کے نزدیک، لڑکے کا نفقہ اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور کمانے کے قابل نہ ہو جائے۔ اگر وہ بالغ ہو جائے لیکن معذور، بیمار، یا طالبِ علم ہو اور کمانے سے عاجز ہو، تو اس کا نفقہ بدستور باپ پر واجب رہے گا[181]۔ مالکیہ کے نزدیک لڑکے کا نفقہ اس کے احتلام (بلوغ) اور کمانے کی صلاحیت حاصل کرنے تک ہے۔

لڑکی کے معاملے میں: مذاہبِ اربعہ کے نزدیک، لڑکی کا نفقہ اس کے بالغ ہونے کے بعد بھی باپ پر واجب رہتا ہے جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے۔ مالکی فقہ میں یہ حد مزید سخت ہے؛ ان کے نزدیک لڑکی کا نفقہ شادی کے بعد بھی تب تک باپ کے ذمہ رہتا ہے جب تک کہ اس کا شوہر اس سے رخصتی (الدخول) نہ کر لے[182]۔ اگر لڑکی کو طلاق ہو جائے یا وہ بیوہ ہو جائے، تو اس کا نفقہ دوبارہ اس کے باپ پر لوٹ آتا ہے[183]۔

۳۔ تربیت، تعلیم اور تادیب: اخلاقی پختگی کی اساس (Tarbiyah, Ta'dīb, and Educational Protection)

مادی نفقہ جہاں بچے کے جسم کو زندہ رکھتا ہے، وہاں اخلاقی تربیت (التربیة)، تعلیم (التعلیم) اور تادیب (التأدیب) بچے کی روح اور عقل کو سنوارتی ہیں[184]۔ کلاسک اسلامی قانون کے تحت یہ سرپرست کی ناگزیر قانونی اور اخلاقی ذمہ داریاں ہیں جنہیں بچے کے حقوقِ اساسی میں شمار کیا گیا ہے[185]۔

(الف) تربیت اور تعلیم کی معاشی حاکمیت (Upbringing as a Financialized Right)

فقہائے اسلام نے تعلیم اور تادیب کو صرف اخلاقی وعظ نہیں بنایا، بلکہ اسے نفقہ کے دائرے میں شامل کیا ہے۔ باپ پر لازم ہے کہ وہ بچے کو کلام الٰہی (قرآن)، ضروری دینی احکام، اور معاشرتی ہنر (Savoir-faire) سکھانے کے لیے معلم یا استاد کی اجرت اپنے مال سے ادا کرے[186]۔ اباضی فقہ کے مطابق، بچے کی ابتدائی تعلیم اور اس کے لیے کتابوں اور معلم کا انتظام ولی کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے اور اس پر آنے والے اخراجات صغیر کے مال سے (اگر وہ امیر ہو) یا باپ کے مال سے پورے کیے جائیں گے[187]۔

(ب) تادیب اور جسمانی سزا کی حدود (The Legal Bounds of Ta'dīb/Discipline)

کلاسک اسلامی قانون نے بچے کی اصلاح کے لیے تادیب (Discipline) کا حق ولی اور معلم کو دیا ہے، لیکن اس کی حدود کو نہایت سختی سے مقید کیا ہے تاکہ بچے پر ظلم نہ ہو۔

سنِ تمیز کی قید: کلاسک فقہاء کے نزدیک، صغیر غیر ممیز (سات سال سے کم عمر) کو تادیب کے نام پر مارنا یا سخت سزا دینا شرعاً حرام ہے، کیونکہ وہ سزا کی علت (فہم جرم) کو سمجھنے سے قاصر ہے[188]۔

تادیبِ ممیز کی حدود: سات سال سے دس سال کے ممیز بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی (واضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ) کے تحت نماز کی پابندی نہ کرنے پر ہلکی تادیبی سزا دی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لیے فقہاء نے کڑی شرائط رکھی ہیں: سزا ایسی نہ ہو جس سے ہڈی ٹوٹے، کھال زخمی ہو، یا نشان پڑ جائے (الضرب غیر المبرح)، اور چہرے یا نازک اعضاء پر مارنا مطلقاً حرام ہے[189]۔ اگر ولی یا معلم تادیب کی شرعی حد سے تجاوز کرے اور بچے کو کوئی جسمانی نقصان پہنچے، تو وہ شرعاً ضامن (Liable) ہوگا اور اس پر دیت یا تاوان لازم ہوگا۔

۴۔ اخلاقی تربیت (Moral Upbringing) اور قانونی تکلیف (Legal Liability) کا ساختی فرق

قدیم اسلامی قانونی نظام کا سب سے خوبصورت اور لطیف ساختی پہلو یہ ہے کہ اس نے بچے کی "اخلاقی تربیت" اور اس کی "قانونی وجنائی تکلیف" (Legal and Penal Liability) کے مابین ایک واضح اور مستحکم خطِ امتیاز کھینچا ہے[190]۔

(الف) اخلاقی پختگی بغیر تکلیفی بوجھ کے (Moral Subjectivity without Legal Burden)

شریعت نے صغیر ممیز کو ایک "اخلاقی موضوع" (Moral Subject) کے طور پر تسلیم کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے سات سال کی عمر سے نماز، روزے اور دیگر نیکیوں کی عادت ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اس اخلاقی دائرے کا مقصد بچے پر کوئی قانونی یا دینی وجوب (Obligation) تھوپنا نہیں ہے، بلکہ یہ صرف تربیت اور عادت ڈالنے کی غرض سے ہے[191]۔ اگر بچہ نماز چھوڑ دے، تو وہ شرعاً گناہگار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر کوئی اخروی عذاب ہے، کیونکہ اس پر "قلمِ تکلیف" ابھی جاری ہی نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور اصولی ارشاد ہے:

"رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ..." (تین افراد سے قلمِ تکلیف اٹھا لیا گیا ہے، جن میں سے ایک بچہ ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے)[192]۔

(ب) جنائی اور تعزیری ذمہ داری سے استثناء (Immunity from Penal Liability)

قانونِ جنائی (Criminal Law) کے تحت، کلاسک فقہاء کا اس بات پر مکمل اجماع ہے کہ نابالغ بچہ (خواہ وہ ممیز ہو یا غیر ممیز) کسی بھی قسم کی حد (Hudood) یا قصاص (Qisas) کی سزا کا مستحق نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اگر صغیر ممیز کسی قتلِ عمد (Murder) کا ارتکاب بھی کر لے، تو اس کے اس فعل کو شرعاً "خطاء" (Accident) مانا جائے گا، نہ کہ عمد۔ اس اصول کے تحت بچے کو سزائے موت یا قیدِ سخت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔

مقتول کے ورثاء کو بچے سے قصاص لینے کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ مقتول کی دیت (Blood-money) بچے کے عاقلہ (پدری رشتہ داروں) پر یا خود بچے کے مال پر لازم ہو گی۔

بچے کی مصلحت اور اصلاح کے لیے قاضی معمولی تعزیری تادیب(Rehabilitation/Reform) کا فیصلہ تو کر سکتا ہے، لیکن یہ سزا کبھی بھی بالغ مجرموں جیسی نہیں ہو سکتی۔

یہ ساختی توازن یہ ظاہر کرتا ہے کہ قدیم اسلامی قانون نے بچے کے بچپن اور اس کی ذہنی و نفسیاتی معصومیت کو کتنا بڑا قانونی تحفظ فراہم کیا ہے، جہاں اسے اخلاق کا خوگر تو بنایا جاتا ہے لیکن قانون کی تلوار سے اسے مکمل طور پر محفوظ رکھا جاتا ہے۔

۵۔ نفقہ اور تربیت: حقوق و فرائض کا نظریاتی توازن(Rights and Parental Liability)

کلاسک اسلامی فقہ کا تفصیلی تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے کہ بچوں کے حقوق کے معاملے میں "ولایت" اور "نفقہ" محض اختیارات کا مجموعہ نہیں ہیں، بلکہ یہ "حقوقِ اطفال" اور "والدین کی ذمہ داری"(Parental Liability) کا ایک خوبصورت توازن ہیں۔

باپ پر نفقہ اور تربیت کا نفاذ قضاء (عدالت) کے ذریعے زبردستی کروایا جا سکتا ہے۔ اگر باپ نفقہ دینے سے انکار کرے، تو قاضی اس کے اثاثوں کو فروخت کر کے بچے کی کفالت کا انتظام کرنے کا مجاز ہے، اور اگر ضرورت پڑے تو باپ کو قید بھی کیا جا سکتا ہے۔

بچے کا نفقہ اس کے غریب ہونے کی وجہ سے ایک کمزور وجود کا دفاعی حق بن کر ابھرتا ہے، اور اس میں شریعت نے بچے کی بہبود اور اس کے "حقِ زندگی"(Right to Life) کو والدین کے معاشی اختیارات پر مقدم رکھا ہے[193]۔

اس طرح، قدیم اسلامی قانون میں نفقہ اور تربیت کے احکام محض عائلی روایات نہیں ہیں، بلکہ یہ بچے کے سماجی، اخلاقی اور مادی وجود کے تحفظ کے لیے وضع کردہ ایک بے مثال قانونی ضابطہ ہیں جو قبل از جدید دنیا کی کسی بھی دوسری قانونی تہذیب میں اتنی گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ نظر نہیں آتے[194]۔

حصہ پنجم: بچے کی قانونی، اخلاقی اور سماجی Subjectivity: فقہی مذاہب کا تقابلی و تنقیدی تجزیہ

ا۔ مرکزی دعویٰ اور اصولی ترکیب(The Central Thesis: Integrating the Multi-Dimensional Child)

قدیم اسلامی قانون(Premodern Islamic Law) کے دائرۂ کار میں اطفال کے حقوق، ان کے تحفظ اور ذمہ داری سے متعلق پچھلے ابواب میں پیش کیے گئے تمام فقہی و اصولی شواہد کو اگر یکجا کیا جائے، تو ایک واضح اور منفرد اصل علمی مقدمہ(Original Thesis/Argument) تشکیل پاتا ہے:

"کلاسیکی اسلامی فقہ میں نابالغ بچہ محض بالغوں کے اختیارات(Adult Authority) کے تابع ایک غیر فعال یا مجبور موضوع نہیں ہے، بلکہ وہ حقوق، اخلاقی شعور اور مصلحت کے باہمی تعامل سے تشکیل پانے والا ایک متحرک، کثیر الجہتی اور خود مختار 'موضوعِ ارتقاء'(Subject of Development) ہے۔ شریعت نے بچے کے وجود کو ایک ایسے مربوط فریم ورک کے تحت ترتیب دیا ہے جہاں سرپرست کا حقِ اختیار(Authority) بچے کے معاشی و جسمانی تحفظ(Protection) کے لیے محض ایک حفاظتی ڈھال ہے، اور اس اختیار کی آخری آئینی حد بچے کی اپنی مصلحت اور بہبود(Maslahah/Welfare) پر ختم ہو جاتی ہے۔"[195]

اس مرکزی استدلال کے تحت، کلاسیکی فقہاء نے بچے کے پورے معاملی اور شرعی وجود کو تین اہم ترین نظریاتی ابعاد میں تقسیم کر کے اس کی قانونی و اخلاقی خود مختاری کا اثبات کیا ہے، جنہیں جدید تجزیاتی اصطلاحات کے معتدل استعمال سے یوں واضح کیا جا سکتا ہے:

1. قانونی موضوعیت(Legal Subjectivity /Al-Mawḍūʿiyah al-Qānūniyah):

کلاسیکی قانون میں بچے کو پیدائش کے لمحے سے ہی کامل شہری حقوق کا حامل مانا گیا ہے۔ اصولِ فقہ کی اصطلاح میں انسان کی "الذمہ"(Legal Personality) پیدائش سے کامل ہوتی ہے، جس کے تحت اسے "اہلیتِ وجوب کاملہ" حاصل ہو جاتی ہے[196]۔ یہ اہلیت بچے کو وراثت، ہبہ، وصیت، اور تاوانِ متلفات میں ایک کامل فریق بناتی ہے۔ بچے پر جو معاملی پابندی (الحجر) لگائی جاتی ہے، اس کا مقصد اسے معاشی دائرے سے بے دخل کرنا نہیں بلکہ اس کے شرف اور املاک کی حفاظت کرنا ہے۔ یعنی حجر بچے کے لیے کوئی تعزیر یا سزا نہیں ہے بلکہ اس کی مصلحت کے لیے وضع کردہ ایک حفاظتی ڈھال ہے۔

2.اخلاقی موضوعیت(Moral Subjectivity / Al-Mawḍū'Īyah al-Akhlāqīyah):

اگرچہ بچہ حدِ بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہر قسم کی جنائی اور تعزیری سزا(Hudood/Qisas) سے مستثنیٰ مانا گیا ہے کیونکہ اس پر تاحال "قلمِ تکلیف" جاری ہی نہیں ہوا (رُفِعَ الْقَلَمُ)، لیکن شریعت اسے سات سال کی عمر (سنِ تمیز) سے ہی ایک "اخلاقی فریق" تسلیم کرتی ہے[197]۔ ممیز بچے کو نماز، روزے اور دیگر اخلاقی تربیت کی عادت ڈالنے کا حکم محض ایک رسمی نصیحت نہیں ہے، بلکہ یہ اس کے شعورِ بندگی کی بتدریج آبیاری کا ایک قانونی و تربیتی فریم ورک ہے، جہاں اس کی اخلاقی حس کو بیدار کیا جاتا ہے بغیر اس پر گناہ یا تکلیفی سزاؤں کا بوجھ ڈالے[198]۔

3.سماجی موضوعیت(Social Subjectivity Al-Mawḍū'Īyah al-Ijtimā'Īyah):

بچے کا سماجی وجود حضانت (Hadanah) اور ولایت (Wilayah) کے اداروں کے مابین اس طرح متوازن کیا گیا ہے جہاں اس کے نجی اور خاندانی حقوق کسی ایک سرپرست کی اجارہ داری کا شکار نہیں ہوتے[199]۔ماں کا دائرۂ شفقت (حضانت) اور باپ کا معاشی و تادیبی دائرہ (نفقہ و ولایت) باہم ٹکراؤ کے بجائے بچے کی بہبود کے اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تعاون کرتے ہیں[200]۔

۲۔مذاہبِ اربعہ کا تقابلی و تنقیدی موازنہ(Comparative Synthesis of the Four Juristic Schools)

کلاسیکی اسلامی قانون کی خوبصورتی اس کے فروعی اور اصولی اختلافات میں پوشیدہ ہے، جہاں ائمہ اربعہ نے اپنے مخصوص فقہی مناہج کے تحت بچے کی قانونی اہلیت (Capacity) اور سرپرست کے اختیارات (Authority) کے مابین توازن قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان اختلافات کا ایک عمیق اور استدلالی موازنہ درج ذیل دو بنیادی فکری محاوروں کے تحت پیش کیا جارہا ہے:

(الف) خود مختاری بنام تحفظ کا اصولی توازن(Protection vs. Autonomy)

نابالغ بچے کی معالی آزادی اور سرپرست کے غلبے کے مابین توازن قائم کرنے میں فقہی مذاہب کے مابین ایک نمایاں استدلالی تفریق پائی جاتی ہے:

بچے کی معالی اہلیت کا اصولی موازنہ

1.شافعی اور حنبلی استدلال (مطلق تحفظ کی ترجیح):

امام الشافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بچے کی عقل چونکہ ناقص ہوتی ہے، اس لیے اس کے اقوال میں کوئی شرعی ارادہ (Legal Intention) قائم نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک صغیر ممیز کا ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا کوئی بھی معاوضاتی عقد (جیسے خرید و فروخت یا اجارہ) سرے سے باطل اور کالعدم (Void ab initio) ٹھہرتا ہے، خواہ ولی بعد میں اس کی منظوری ہی کیوں نہ دیدے[201]۔ ان کے نزدیک بچے کو مالی نقصانات سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اس کے معالی ہاتھ مکمل طور پر باندھ دیے جائیں جب تک کہ وہ کامل عقل (بلوغ و رشد) حاصل نہ کر لے۔

2. حنفی اور مالکی استدلال (تدریجی خود مختاری کی ترجیح):

اس کے برعکس، احناف اور مالکیہ نے بچے کی تدریجی خود مختاری اور اسے معاشی دنیا کے لیے تیار کرنے کے مقصد کو ترجیح دی ہے[202]۔ ان کے نزدیک صغیر ممیز کے معالی تصرفات کو معطل یا باطل کرنے کے بجائے "موقف" (Suspended/Executable) مانا گیا ہے۔ یعنی اگر بچہ کوئی خریداری یا بیع کرتا ہے اور ولی اس کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اس کی منظوری (Ratification) دیدے، تو وہ عقد قانونی طور پر نافذ ہو جاتا ہے[203]۔ احناف کا اصولی استدلال یہ ہے کہ بچے کو عملی زندگی سکھانے کے لیے اسے معاملات کی مشق کروانا (تجربہ کار بنانا) شریعت کا ایک اعلیٰ مصلحتی مقصد ہے، اور اگر ہم اس کے ہر قول کو باطل قرار دیدیں گے تو وہ کبھی بھی معاشی و سماجی بصیرت حاصل نہیں کر سکے گا[204]۔

(ب) ولایتِ اجبار(Marital Compulsion) کا تنقیدی موازنہ

نکاح کے معاملے میں بچے پر سرپرست کے جبری اختیار (ولاية الإجبار) کی توجیہات پر ائمہ کے مابین پایا جانے والا اختلاف ان کے خاندانی فلسفے کو اجاگر کرتا ہے:

مالکی، شافعی اور حنبلی الہیات: ان تینوں مذاہب کے نزدیک ولایتِ اجبار کا حقیقی سبب صرف بچپن (صغر) نہیں ہے، بلکہ لڑکی کے معاملے میں "البکارۃ" (کنوارا پن) بھی ایک سبب ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ غیر شادی شدہ لڑکی کو مردوں کے نفسیاتی اور سماجی فریب کا تجربہ نہیں ہوتا، اس لیے اس کے تحفظ کے لیے باپ کا جبری اختیار اس کی بلوغت کے بعد بھی بکر ہونے کی صورت میں قائم رہتا ہے۔[205]

حنفی الہیات کا انقلابی فلسفہ: احناف نے اس استدلال کی ساختی تردید کی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ولایتِ اجبار کا حقیقی سبب صرف اور صرف "الصِغَر" (نابالغ ہونا) ہے، کیونکہ عقل ناقص ہی ولی کے تسلط کی واحد وجہ ہو سکتی ہے۔ جوں ہی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے، اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس پر سے باپ کا زبردستی کا اختیار ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔ بالغہ بکر لڑکی کو اپنے نکاح کا خود مختار فیصلہ کرنے کا کامل شرعی حق حاصل ہے، اور اگر باپ اس پر اپنا فیصلہ مسلط کرے گا تو وہ عقد غیر قانونی اور باطل ہو گا۔ یہ فلسفہ لڑکی کی عقل اور اس کی آزاد قانونی شخصیت (Agency) کو سماجی تحفظ پر فوقیت دیتا ہے۔ [206]

(ج) رشد (Sound Judgment) کا فلسفیانہ اور تہذیبی موازنہ

بچے کے مالی حقوق کی سپردگی پر "رشد" کی جو تعریف ائمہ نے کی ہے، وہ ان کے قانونی نقطہ نظر کو واضح کرتی ہے:

شافعی اصول (دینی و مالی پختگی کا امتزاج): امام الشافعی کے نزدیک رشد کا مطلب ہے "الصلاح في الدين والمال معاً"[207]۔ یعنی اگر ایک بچہ بالغ ہو جائے اور وہ اپنے مال کو بچانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، لیکن وہ نماز کا پابند نہ ہو یا گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو، تو وہ شرعاً غیر رشید ہے اور اسے اس کا مال نہیں دیا جائے گا[208]۔ یہ اصول معاشرے کو پاکیزہ اور بچوں کو دینی التزام کے تحت رکھنے کے لیے مالی حقوق کو ایک تادیبی حربے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

حنفی و مالکی اصول (سول حقوق کی دینی وابستگی سے آزادی): احناف اور مالکیہ کے نزدیک رشد کا تعلق صرف "الصلاح في المال" (معاشی فہم) سے ہے۔ ان کا پختہ علمی استدلال یہ ہے کہ اگر ایک انسان بالغ اور معاشی طور پر سمجھدار ہے، تو اس کے سول حقوق (مال کی واپسی) کو اس کے ذاتی گناہوں یا دینی کوتاہیوں کی وجہ سے معطل نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت میں شہری اور معاشی حقوق کا مدار عقل پر ہے، نہ کہ اخلاقی تقدس پر۔

۳۔ جدید تجزیاتی اصطلاحات کا محتاط اور تنقیدی انطباق (Analytical Nuances)

قدیم اسلامی فقہ کے مباحث پر گفتگو کرتے وقت معاصر عمرانیاتی اور قانونی اصطلاحات جیسے کہ "Moral Subjectivity، Legal Subjectivity"" اور "Social Subjectivity" کا استعمال تعلیمی افہام و تفہیم کے لیے مفید تو ہے، لیکن انہیں کلاسیکی اصطلاحات جیسے کہ الذمة، الأهلية، الحجر، اور التكليف کے عین مساوی قرار دینا ایک علمی مغالطہ (Anachronism) ہو گا[209]۔ ان اصطلاحات کے مابین باریک بین فرق کو درج ذیل نکات کے تحت سمجھنا ناگزیر ہے:

1. جدید Legal Subject بنام کلاسیکی "صاحبِ ذمہ" (Rights-Bearing Subject):

جدید سیکولر قانون میں "Legal Subject" وہ وجود ہے جو حقوق اور فرائض (Rights and Duties) دونوں کا بیک وقت کامل حامل ہو[210]۔ کلاسیکی فقہ اس کے برعکس بچے کے لیے ایک غیر متوازن فریم ورک پیش کرتی ہے۔ بچہ پیدائش سے ہی حقوق کا کامل حقدار تو بن جاتا ہے لیکن اس پر کوئی تکلیفی فرائض یا معاملی ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں۔ شریعت نے بچے کو "حقوق کا موضوع" تو بنایا ہے لیکن اسے "فرائض کا موضوع" بننے سے تب تک محفوظ رکھا ہے جب تک اس کی عقل کامل نہ ہو جائے۔ اس لیے بچے کی کلاسیکی قانونی حیثیت جدید قانونی حیثیت کے مقابلے میں زیادہ لچکدار اور حفاظتی ہے۔

2. جدید Moral Subject بنام کلاسیکی "صاحبِ تمیز" (Moral Agent):

جدید اخلاقی فلسفے میں اخلاقی فاعل (Moral Subject) وہ ہے جو اپنے اچھے برے افعال کا ذاتی طور پر گناہگار یا ذمہ دار ہو۔ کلاسیکی فقہ میں، صغیر ممیز (سات سے پندرہ سال) کو اخلاقی کاموں (جیسے نماز اور روزہ) کا مکلف تو کیا گیا ہے، لیکن یہ تکلیف محض "تأديب وتربية" (تربیت) کے لیے ہے، نہ کہ "تکلیفِ شرعی" کے لیے۔ بچہ اگر گناہ کرے تو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ نہیں لکھا جاتا، اور اگر وہ نیکی کرے تو اسے اس کا اجر ملتا ہے۔ یہ یکطرفہ اخلاقی موضوعیت (One-Sided Moral Subjectivity) دنیا کے کسی دوسرے نامور قانونی نظام میں نہیں ملتی۔

3. جدید Social Subject بنام کلاسیکی "محضون" (Subject of Care):

جدید مغربی حقوقِ اطفال (UNCRC) کے تحت بچہ ایک ایسا سماجی وجود ہے جس کی اپنی انفرادی رائے اور آزادی کا احترام ہر معاملے میں لازم ہے۔ کلاسیکی فقہ میں بچے کی انفرادی رائے کو عائلی سرپرستی (ولایۃ) اور خاندانی مصلحت کے تحت رکھا گیا ہے، البتہ اس کی رائے کے احترام کو اس کے مصلحتِ نفس (Maslahah) کے تابع مانا گیا ہے، جیسے کہ شافعی اور حنبلی فقہ میں بچے کو ماں اور باپ کے درمیان انتخاب کا حق (التخییر) فراہم کرنا۔

۴۔ جدید اکیڈمک اسکالرشپ سے مکالمہ (Engagement with Modern Academic Scholarship)

پروفیسر کیسیا علی (Kecia Ali) کا یہ بنیادی اعتراض کہ قدیم فقہاء نے ولایت اور نکاح کے معاہدات میں بچے اور عورت کی حیثیت کو خرید و فروخت اور ملکیت (Milk) کے مترادفات کے تحت کچلا ہے [211]، کلاسیکی پرائمری متون کے گہرے جائزے سے کمزور ثابت ہوتا ہے۔

اگرچہ کلاسک فقہاء نے معاملی تفہیم کے لیے نکاح کو خرید و فروخت سے تشبیہ دی ہے، لیکن عملی اور اصولی سطح پر انہوں نے بچے کے انسانی شرف اور اس کے حقوقِ نفس کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل مجد الدین الاسٹروشنی (وفات 632ھ) کی تصنیف "جامع أحكام الصغار" ہے، جس کا تذکرہ ایم۔ حومین اور خدیجہ لدغیری نے کیا ہے [212]۔ الاسٹروشنی نے اپنی کتاب میں صغیر کے حقوق کو ایک مستقل، خود مختار اور ارفع ترین اکیڈمک دائرے میں لا کھڑا کیا ہے، جہاں بچے کی بہبود کو خاندان کے بڑوں کے مادی اختیارات پر ترجیح دی گئی ہے۔

اسی طرح، پروفیسر احمد فکری ابراہیم کی یہ دریافت کہ عثمانی دور کے مصری قاضی کلاسک شافعی اور مالکی اصولوں کے جمود کو توڑتے ہوئے مصلحتِ طفل کے تحت بچوں کی نگہداشت کی مدت بڑھاتے تھے، یہ ثابت کرتی ہے کہ کلاسک فقہ کے اصولی فریم ورک میں "مصلحت" (Maslahah) کوئی ساکت تصور نہیں تھا بلکہ یہ ایک لچکدار اور ارتقائی قانون تھا جو بچے کی حقیقی بہبود کو یقینی بنانے کے لیے ہر دور کے قضاۃ کو متبادل استدلال فراہم کرتا تھا۔

۵۔ حتمی نتائج اور تنقیدی خلاصہ (Critical Synthesis of Findings)

کلاسیکی اسلامی قانون کا عمیق، تقابلی اور متنی جائزہ درج ذیل تین بنیادی نتائج کو حتمی طور پر ثابت کرتا ہے:

1. اختیار اور تحفظ کا ساختی توازن:

شریعتِ اسلامیہ میں ولایت اور سرپرستی کا وجود کسی مطلق مقتدرہ یا استبداد کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ بچے کی معاملی کمزوری کو سہارا دینے کے لیے قائم ایک شرعی امانت ہے [213]۔ ولی کے تمام اختیارات بچے کی مصلحت اور فائدے کے ساتھ سختی سے مشروط ہیں "التصرف المقيد بالمصلحة"۔ اور اگر ولی اس مصلحت سے انحراف کرے گا تو اس کا اختیار شرعاً زائل اور اس کے تصرفات باطل ہو جائیں گے [214]۔

2. شہری شخصیت کی استقلالی بقا:

بچے کو کلاسیکی فقہ میں پیدائش کے پہلے دن سے ہی ایک مستقل اور مکمل شہری و معاشی وجود تسلیم کیا گیا ہے جس کی اپنی ایک خود مختار "ذمہ" (Dhimmah) ہوتی ہے۔ بچے پر قائم کیا جانے والا حجر محض اس کے اموال کی حفاظت کے لیے ایک قلعہ ہے، نہ کہ اس کی قانونی ذات کو ختم کرنے کا کوئی ذریعہ۔

3. مصلحتِ طفل کا اصولی تفوق:

پرورش اور حضانت کے قوانین میں بچے کی اپنی مادی، اخلاقی اور نفسیاتی بہبود (Welfare) کو سب سے ارفع مقام حاصل ہے۔ یہ بہبود والدین کے باہمی اختلافات اور ان کے نجی معاشی مفادات پر ہمیشہ غالب رہتی ہے، جس کی تصدیق اس قاعدے سے ہوتی ہے کہ حضانت بنیادی طور پر "حقِ محضون" (بچے کا حق) ہے نہ کہ محض حقِ حاضن

اس طرح، قدیم اسلامی فقہ اطفال کے حقوق، ان کے معاشی تحفظ اور ان کے اخلاقی نشو و نما کا ایک ایسا مربوط اور لچکدار تاریخی نمونہ پیش کرتی ہے جو معاصر عائلی اور سول قوانین کی اصلاحات کے لیے ایک مضبوط اور مستند نظریاتی اثاثہ ثابت ہو سکتا ہے۔

حصہ ششم: نتائج، خاتمہ، علمی شراکت، تحقیق کی حدود اور آئندہ تحقیق کے امکانات

ا۔ نتائج (Key Findings / Results)

اس مقالے کے تمام ابواب (حصہ اول تا پنجم) میں پیش کیے گئے کلاسیکی شرعی دلائل اور کتبِ اربعہ کے نصوص کے قریبی تجزیے (Close Textual Analysis) سے درج ذیل سات بنیادی علمی نتائج برآمد ہوئے ہیں:

1. مستقل قانونی تشخص (Absolute Juridical Personality):

قدیم اسلامی قانون نے بچے کو محض سرپرست کے تابع یا غیر فعال قانونی وجود کے طور پر نہیں دیکھا، بلکہ پیدائش کے لمحے سے ہی اس کے لیے ایک مستقل، غیر منقسم اور خود مختار "ذمہ" (Dhimmah - Legal Personality) کو تسلیم کیا ہے۔ یہ تشخص رحمِ مادر میں جنین کے ناقص حقوق (نسب، وراثت، وقف، اور وصیت) کے اثبات سے شروع ہوتا ہے اور زندہ ولادت پر کامل ہو جاتا ہے۔

2. اہلیتِ اداء کا عقلی ارتقاء (Intellectual Evolution of Capacity):

بچے کی معاملی اہلیت یا اہلیتِ اداء (Active Capacity) کا مدار عمر پر نہیں بلکہ عقل و تمیز کے طبعی ظہور پر ہے۔ شریعت نے سات سال کے ممیز بچے کے تصرفات کو اس کے نفع و نقصان کے اعتبار سے تقسیم کر کے (خالصتاً نافع کا نفاذ، خالصتاً نقصان دہ کا بطلان، اور متردد کا ولی کی اجازت پر موقوف ہونا) بچے کو معاشی دنیا میں تدریجی ارتقاء اور تربیت کا بے مثال موقع فراہم کیا ہے[215]۔

3. ولایت بطورِ امانتی نگہداشت (Wilāyah as Fiduciary Trust):

کلاسیکی فقہ میں ولایتِ نفس اور ولایتِ مال باپ یا ولی کا مطلق معاشی یا مقتدرانہ حق نہیں ہے، بلکہ یہ "مصلحتِ طفل" (Best Interests of the Child) کے ساتھ سختی سے مشروط ایک شرعی امانت ہے[216]۔ ولی کا کوئی بھی ایسا معاشی یا سماجی تصرف جو بچے کے مفاد کے خلاف ہو، شرعاً باطل اور کالعدم قرار پاتا ہے، اور ولی اس کے نقصان کا ذاتی طور پر ضامن ہوتا ہے[217]۔

4. ولایتِ اجبار کا اصولی اختلاف (Marital Autonomy vs. Compulsion):

ولایتِ اجبار (نکاحِ صغار کی ولایت) کے سبب میں ائمہ کے مابین گہرا نظریاتی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور (مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) کے نزدیک "بکارت" (Virginity) سرپرست کے زبردستی نکاح کے اختیار کو بالغہ لڑکی تک بڑھاتی ہے[218]، جبکہ احناف کے نزدیک اس کا واحد سبب "صغر" (بچپن) ہے، جس کے تحت جوں ہی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے، اس کی معاملی خود مختاری کامل ہو جاتی ہے اور ولی کا جبر خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

5. حضانت بطورِ حقِ طفل (Hadanah as the Child's Absolute Right):

پرورش اور کسٹڈی (حضانت) بنیادی طور پر ماں کا حق ہونے سے پہلے "بچے کا حق" (حقِ محضون) ہے[219]۔ یہی وجہ ہے کہ کلاسک فقہاء کے نزدیک ماں طلاق کے وقت اپنے حقِ حضانت کو خلع کے بدلے ساقط نہیں کر سکتی، کیونکہ شریعت نے بچے کی مادی اور نفسیاتی حفاظت کو والدین کے باہمی معاہدوں پر برتری بخشی ہے[220]۔

6. معاشی تحفظ کا یکطرفہ نفاذ (Unilateral Maintenance Duty):

شریعتِ اسلامیہ نے نابالغ بچے کی مادی بقا (نفقہ بشمول خوراک، لباس، رہائش اور رضاعت) کی تمام معاشی ذمہ داری یکطرفہ طور پر باپ پر فرض کی ہے[221]۔ ماں کو معاشی جبر سے آزاد رکھ کر اس کے ممتا کے کردار کو تحفظ دیا گیا ہے، اور باپ کے تنگ دست ہونے کی صورت میں بھی بچے کے نفقہ کو ریاست اور اقارب کی امانتی ذمہ داری بنایا گیا ہے[222]۔

7. تکلیفی استثناء اور اخلاقی تربیت کا فرق (Immunity vs. Tarbiyah):

قدیم اسلامی فقہ نے بچے کو سات سال کی عمر سے عبادات کی عادت ڈالنے کا حکم دے کر اس کی "اخلاقی اور سماجی تربیت" (Tarbiyah) کو تو نافذ کیا ہے، لیکن اسے ہر قسم کی "قانونی تکلیف" (Penal/Moral Liability) سے مکمل استثناء فراہم کیا ہے[223]۔ "عمد الصبي خطأ" کے انقلابی ضابطے کے تحت بچے کے تمام مجرمانہ افعال کو حادثاتی (Accidental) مانا جاتا ہے، جس سے اس پر حدود اور قصاص کی سزائیں ساقط ہو جاتی ہیں[224]۔

۲۔ خاتمہ (Juristic Conclusion)

زیرِ نظر تحقیقی مقالے کا بنیادی اور مرکزی دعویٰ (Thesis Statement) یہ ثابت کرنا رہا ہے کہ قدیم اسلامی فقہ میں صغیر (نابالغ بچہ) محض ایک غیر فعال یا مجبور وجود نہیں ہے، بلکہ وہ کامل شہری حقوق اور تدریجی معالی خودمختاری کے حامل ایک "موضوعِ قانون اور موضوعِ اخلاق" (Legal and Moral Subject) کے طور پر ابھرتا ہے۔ کلاسک اصولِ فقہ اور مذاہبِ اربعہ کی فروعی ابحاث کا گہرا متنی جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ شریعت نے بچے کی کمزوری کو اس کے استحصال کا سبب نہیں بننے دیا، بلکہ اس کی صغارت کو اس کے مادی، اخلاقی، اور معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک ناقابلِ تسخیر قانونی قلعہ بنا دیا ہے[225]۔

ولایت (Wilāyah) اور حضانت (Hadanah) کے دوہرے ادارے مل کر بچے کی زندگی کا احاطہ کرتے ہیں، جہاں ولایت معاشی اور تادیبی تحفظ فراہم کرتی ہے اور حضانت مادری مہر اور مادی نگہداشت کو یقینی بناتی ہے[226]۔ ان دونوں اداروں کے پیچھے کار فرما سب سے بڑا محرک شریعت کا وہ مقاصدی فریم ورک ہے جو بچے کی بہبود اور مصلحت (Maṣlaḥah) کو والدین کے حقوق یا اختیارات پر فوقیت دیتا ہے[227]۔ اس طرح، قبل از جدید اسلامی بانیانِ فقہ نے بچوں کے قوانین کا ایک ایسا لچکدار اور مربوط ساختی توازن وضع کیا ہے جو عصرِ حاضر کے عائلی قوانین کی مصلحت پسندانہ اصلاحات کے لیے ایک مضبوط روایتی اور شرعی ماخذ فراہم کرتا ہے[228]۔

۳۔ علمی شراکت (Academic Contribution)

یہ مقالہ معاصر اکیڈمک اور فقہی میدان میں درج ذیل تین جہتوں سے ایک منفرد اور اہم علمی شراکت پیش کرتا ہے:

1. اصول اور فروع کا ساختی اتحاد:

معاصر تعلیمی لٹریچر میں بچوں کے حقوق پر بحث عام طور پر صرف نکاح، طلاق اور کسٹڈی کی فروعی جزئیات تک محدود رہتی ہے۔ اس مقالے نے اصولِ فقہ کے فلسفۂ اہلیت (الأهلية)، الذمه، اور محکوم علیہ کے مباحث کو فروعی قوانین (نفقہ، ولایتِ مال، اور حضانت) کے ساتھ مربوط کر کے اطفال کے قوانین کا ایک جامع اور مربوط قانونی نظریہ (Juristic Theory of Child Rights) پیش کیا ہے[229]۔

2. کیشیا علی کے تنقیدی اعتراضات کا اکیڈمک جواب:

پروفیسر کیسیا علی کے اس اعتراض کا کہ کلاسک فقہاء نے ولایتِ ازدواج کو ملکیتِ غلامی (Milk) کی طرح باپ کے مطلق غلبے کے لیے استعمال کیا ہے، اس مقالے نے حنفی مکتب کے سببِ ولایت (صغر بنام بکارت) اور "خیارِ بلوغ" کے بانی اصولوں کی روشنی میں ساختی تردید کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کلاسک قانون میں ولایت کا اصل ہدف استحصال نہیں بلکہ صغیر کی معالی کمزوری کا تحفظ ہے[230]۔

3. قدیم فقہی لچک پذیری کی بازیابی:

مجد الدین الاسٹروشنی (ت 632ھ) کی تاریخ ساز تصنیف "جامع أحكام الصغار" اور پروفیسر احمد فکری ابراہیم کی تاریخی شرعی عدالتوں کے عثمانی ریکارڈز کے قریبی مطالعے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبل از جدید اسلامی جج اور فقہاء مصلحتِ طفل (Best Interests) کے نفاذ میں جمود کا شکار نہیں تھے، بلکہ وہ مصلحتِ وقت کے مطابق مدتِ حضانت اور ولایت کے اسقاط کے لچکدار فیصلے صادر کرتے تھے[231]۔

۴۔ تحقیق کی حدود (Limitations of the Research)

ہر تعلیمی اور تحقیقی مقالے کی طرح، اس تحقیق کی بھی کچھ واضح حدود (Limitations) متعین کی جاسکتی ہیں:

1. کتبِ فروع اور متون پر انحصار:

یہ مقالہ بنیادی طور پر مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اور اباضی فقہ کے نظریاتی اور قانونی متون کے متن کے تجزیے پر قائم ہے۔ اس میں مختلف اسلامی معاشروں کی معاصر مقامی روایات، لوک قوانین (Customary Laws) یا غیر تحریری سماجی عادات کا تفصیلی مطالعہ شامل نہیں کیا جا سکا۔

۵۔ آئندہ تحقیق کے امکانات (Future Research Directions)

اس مقالے کے نتائج اور سامنے آنے والے تحقیقی خلاء (Research Gaps) کی روشنی میں، مستقبل کے محققین درج ذیل موضوعات پر مزید تعلیمی کام سرانجام دے سکتے ہیں:

1. بچوں کی طبی خود مختاری (Bioethical Autonomy):

کلاسیکی فقہاء کے "رشد" اور "اہلیتِ اداء" کے تصورات کو جدید بچوں کے طبی فیصلوں، جیسے سرجری، ویکسینیشن، یا جین تھراپی میں بچے کی اپنی رضامندی کے حق پر منطبق کرنے کے لیے ایک نیا فقہی فریم ورک تیار کیا جانا چاہیے۔

2. جدید اسلامی تعزیری قوانین میں سنِ تمیز کا موازنہ:

معاصر مسلم دنیا کے فوجداری قوانین (جیسے پاکستان، سعودی عرب، اور ایران کے ضابطے) میں رائج عمرِ سزا کا کلاسیکی فقہاء کے اصولِ محکوم علیہ اور رشد کے تقاضوں کے ساتھ ایک جامع تقابلی اور اصلاحی جائزہ پیش کیا جائے۔

3. ولایتِ مال میں ماؤں کی نمائندگی کا شرعی جواز:

کلاسیکی فقہ میں ماں کو ولایتِ مال سے دور رکھنے کے سماجی سیاق و سباق کا تنقیدی جائزہ لے کر یہ معلوم کیا جائے کہ معاصر سماجی و اقتصادی تبدیلیوں کے بعد ماؤں کو ولایتِ مال کی ترتیب میں حاکمِ وقت کے قانون کے ذریعے شامل کرنے کے لیے کیا شرعی متبادلات موجود ہیں۔

حواشی و مراجع (Chicago Style Footnotes)

[1]: "مذهب الحنفية في الحضانة"، إسلام ويب، فتوى رقم 79504، ص 363۔

[2]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 84, 449, 450۔

[3]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 104, 220, 633, 663۔

[4]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 663۔

[5]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 29, 104, 302, 675۔

[6]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 8, 23, 295, 297, 660, 676۔

[7]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 25, 295۔

[8]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 25, 694۔

[9]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 29, 302, 675۔

[10]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 8, 250, 295.

[11]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," *Khazanah Hukum* 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 4, 8, 249, 297, 344.

[12]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 9, 250, 294, 321.

[13]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه(نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 251, 254, 295, 298.

[14]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 443.

[15]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 84, 448, 449, 450.

[16]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 96, 118, 450, 466, 506.

[17]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 94, 464, 477.

[18]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 95, 465.

[19]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 169, 560.

[20]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 14, 145, 545.

[21]: Ahmed Fekry Ibrahim, Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108، ص 19, 199, 200.

[22]: Ahmed Fekry Ibrahim, Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108، ص 99, 471, 529.

[23]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 25, 295, 663.

[24]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 31, 32, 181, 582, 608.

[25]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه(نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 24, 26, 226, 621.

[26]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 18, 133, 342, 627.

[27]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 24, 25, 30, 31, 35, 36, 39, 41.

[28]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر)، ص 250, 321, 322.

[29]:الموسوعة الفقهية الكويتية، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، ج 17، ص 299 (أحكام الحضانة وطبيعتها)، ص 18, 210, 622.

[30]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 41.

[31]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"،الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 109.

[32]: Mohammad Rasool Ahangaran and Zahra Abbasi, "The Age of Criminal Responsibility in Children: some of Islamic Views," Journal of Pediatric Perspectives 3, no. 1 (2015): 777-787، ص 21.

[33]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 21.

[34]: ولاية التزويج في الفقه الإسلامي والقانون المقارن، ص 29-31، ص 128.

[35]: ولاية التزويج في الفقه الإسلامي والقانون المقارن، ص 29-31، ص 106, 210.

[36]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory Law, Democracy Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 150.

[37]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى(بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 130.

[38]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development* 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 58.

[39]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 40.

[40]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 57.

[41]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 100.

[42]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 103, 112.

[43]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 25, 100.

[44]: Mohammad Rasool Ahangaran and Zahra Abbasi, "The Age of Criminal Responsibility in Children: some of Islamic Views," Journal of Pediatric Perspectives 3, no. 1 (2015): 777-787.

[45]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 21, 114.

[46]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 116.

[47]: موسوعة الفقه الإباضي، أصول الفقه، ج 2، ص 374-375 (أحكام الصبي قبل البلوغ)، ص 54, 84.

[48]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر)، ص 40.

[49]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 30.

[50]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 119, 141.

[51]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 100.

[52]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 110, 211.

[53]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 211.

[54]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024).

[55]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى(بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 71, 109, 227۔

[56]: موسوعة الفقه الإباضي، أصول الفقه، ج 2، ص 374-375 (أحكام الصبي قبل البلوغ)، ص 109, 227۔

[57]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 111, 206, 209۔

[58]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 101, 228۔

[59]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 30, 41, 111, 212۔

[60]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 101, 102, 111, 212۔

[61]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 101, 102, 207۔

[62]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 112, 257۔

[63]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 209۔

[64]: Dejo Olowu, "Children’s rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 213۔

[65]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 111, 213۔

[66]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 20, 104, 207, 213۔

[67]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه(نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 104, 214۔

[68]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه(نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 104, 115, 214۔

[69]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 102, 115, 208, 268۔

[70]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 102, 104, 208, 273۔

[71]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 268, 270۔

[72]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصص(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 268, 270, 273۔

[73]: علاء الدين الكاساني، *بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع* (بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء)، ص 102, 105, 266۔

[74]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 102, 105, 115, 270۔

[75]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 102, 105, 273۔

[76]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 105, 273۔

[77]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 102, 105, 270۔

[78]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 23, 31, 32, 62, 85۔

[79]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 21, 105, 114.

[80]: ولاية التزويج في الفقه الإسلامي والقانون المقارن ص 29-31، ص 52, 61, 114, 171.

[81]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 105.

[82]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر)، ص 61, 105, 114, 150.

[83]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 105, 114.

[84]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 44, 105, 236.

[85]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85.

[86]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 105, 236.

[87]: موسوعة الفقه الإباضي، أصول الفقه، ج 2، ص 374-375 (أحكام الصبي قبل البلوغ)، ص 54, 84, 85, 116.

[88]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 85, 130, 150.

[89]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 32, 62, 85, 190.

[90]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 130, 150.

[91]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 130.

[92]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 121.

[93]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 121, 122.

[94]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، ج 4، ص 295 (كتاب الحجر، الفصل الثاني: اليتيم لا يدفع إليه ماله قبل وجود البلوغ والرشد)، ص 86.

[95]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 86, 88.

[96]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 87, 94.

[97]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 101, 149.

[98]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 101, 212.

[99]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 111, 234.

[100]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 107.

[101]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 107, 149, 153.

[102]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 22, 67.

[103]: ولاية التزويج في الفقه الإسلامي والقانون المقارن، ص 29-31، ص 43, 67.

[104]: Ahmed Fekry Ibrahim, Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108، ص 67.

[105]:الولاية على المال في القانون الجزائري، ص 61-63 (أسباب انقضاء الولاية)، ص 71, 72.

[106]: ولاية التزويج في الفقه الإسلامي والقانون المقارن، ص 29-31، ص 291.

[107]: الولاية على المال في القانون الجزائري، ص 61-63 (أسباب انقضاء الولاية)، ص 68.

[108]: الولاية على المال في القانون الجزائري، ص 61-63 (أسباب انقضاء الولاية).

[109]: الولاية على المال في القانون الجزائري، ص 61-63 (أسباب انقضاء الولاية)، ص 67.

[110]: الولاية على المال في القانون الجزائري، ص 61-63 (أسباب انقضاء الولاية)، ص 72.

[111]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)،المدونة الكبرى(بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 284.

[112]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 72.

[113]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر)، ص 72.

[114]: كمال الدين ابن الهمام، فتح القدير شرح الهداية (بيروت: دار الفكر)، ج 4، ص 312 (كتاب الطلاق، باب النفقة)، ص 54, 72.

[115]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 60, 65.

[116]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 65, 295, 304.

[117]: الولاية على المال في القانون الجزائري، ص 61-63 (أسباب انقضاء الولاية)، ص 305.

[118]: Musa Musa El-Said Dzhabara et al., "Children's rights in Islamic Sharia and international instruments: An analytical approach to ethical and legislative values," Law. Human. Environment 16, no. 4 (2025): 115-134، ص 45, 65, 305.

[119]: Musa Musa El-Said Dzhabara et al., "Children's rights in Islamic Sharia and international instruments: An analytical approach to ethical and legislative values," Law. Human. Environment 16, no. 4 (2025): 115-134، ص 282.

[120]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 65, 312.

[121]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 65, 312, 313.

[122]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 43.

[123]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019.

[124]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 198.

[125]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 43, 195.

[126]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 210, 251.

[127]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 43, 270.

[128]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، *الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 252, 271.

[129]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 154, 254.

[^130]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 208, 255.

[^131]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 154, 255.

[132]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 213, 214, 255.

[133]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 255.

[134]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 43, 215, 269.

[135]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 215.

[136]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 43, 215, 270.

[137]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 155, 275.

[138]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 204, 217, 254, 275.

[139]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 204, 217, 275.

[140]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 217, 229, 275.

[141]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 217, 220, 229, 275.

[142]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 218, 230, 254, 275.

[143]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 254, 275.

[144]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 218, 230, 254.

[145]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 45, 67, 70.

[146]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 45, 67, 287.

[147]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 67, 222, 272, 280, 287.

[148]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 222.

[149]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 45, 67, 273, 280.

[150]: كمال الدين ابن الهمام، فتح القدير شرح الهداية (بيروت: دار الفكر)، ج 4، ص 312 (كتاب الطلاق، باب النفقة)، ص 67, 97.

[151]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 67, 287.

[152]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 67, 250, 280, 287.

[153]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه(نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 67, 280, 287.

[154]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 67, 280.

[155]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه(نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 6, 67, 274, 288.

[156]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 67, 274, 288.

[157]: "حضانة الصغير في القانون والفقه والقضاء"، الموسوعة القانونية الإلكترونية، 2019، ص 274.

[158]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 278, 288.

[159]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 34.

[160]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 42, 67.

[161]: "مذهب الحنفية في الحضانة"، إسلام ويب، فتوى رقم 79504، ص 41, 42, 67.

[162]: "مذهب الحنفية في الحضانة"، إسلام ويب، فتوى رقم 79504، ص 42.

[163]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 67, 267.

[164]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 67, 75.

[165]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 67, 224, 268.

[166]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 12, 19, 281, 285.

[167]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 42, 65, 67.

[168]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 65, 72.

[169]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 65, 67, 285.

[170]: Ahmed Fekry Ibrahim, Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108، ص 65, 281.

[171]: Ahmed Fekry Ibrahim, Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108، ص 137, 186, 231.

[172]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 3, 5.

[173]: علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء)، ص 9.

[174]: علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء)، ص 9, 12.

[175]: علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء)، ص 11.

[176]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر)، ص 12.

[177]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد(القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر).

[178]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 9.

[179]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 5.

[180]: علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء).

[181]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 5, 9.

[182]: Badruddin Hj Ibrahim, "Will of Entrustment as A Means of Protection of Children's Right to Property in Islamic Law," Australian Journal of Basic and Applied Sciences 6, no. 11 (2012): 179-184.

[183]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 11.

[184]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 8.

[185]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 8, 12.

[186]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 9, 12.

[187]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم).

[188]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 12.

[189]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147.

[190]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 5, 12.

[191]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 5.

[192]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 12.

[193]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34.

[194]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 7, 9, 12.

[195]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 2, 4.

[196]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 3.

[197]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 14.

[198]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum5, no. 2 (2023): 130-147، ص 9, 14.

[199]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 13.

[200]: علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء)، ص 9, 10.

[201]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 6.

[202]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 6, 7.

[203]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ).

[204]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 6.

[205]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 7۔

[206]: موفق الدين ابن قدامة المقدسي، المغني، تحقيق عبد الله التركي (القاهرة: دار الحديث، 2004)، ج 4، ص 297-298 (كتاب الحجر، الفصل الثالث: البلوغ)، ص 12۔

[207]: "الذمة المالية للمرأة في الفقه الإسلامي"، منار الإسلام، ص 45-47، ص 85۔

[208]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 23۔

[209]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Developmen 12, no. 2 (2008): 62-85، ص 2, 3۔

[210]: Dejo Olowu, "Children's rights, international human rights and the promise of Islamic legal theory," Law, Democracy & Development12, no. 2 (2008): 62-85، ص 2۔

[211]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 47۔

[212]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 44۔

[213]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة(دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 5, 10۔

[214]: علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (بيروت: دار الكتب العلمية، 1986)، ج 2، ص 233 (أهلية الأداء)، ص 8۔

[215]: وهبة الزحيلي، "الأهلية في الفقه الإسلامي"، الموسوعة القانونية المتخصصة (دمشق: دار الفكر، 2024)، ص 104, 214۔

[216]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 22, 60۔

[217]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 30, 141۔

[218]: أبو الوليد ابن رشد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد (القاهرة: مكتبة ابن تيمية)، ج 2، ص 346 (كتاب الحجر)، ص 24, 72۔

[219]: Ahmed Fekry Ibrahim, Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108)، ص 19۔

[220]: Ahmed Fekry Ibrahim,Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century (Cambridge: Cambridge University Press, 2018), pp. 56-108)، ص 57۔

[221]: ابراهيم بلبالي، "القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي"، مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146، ص 45۔

[222]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 30, 41۔

[223]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 102۔

[224]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum5, no. 2 (2023): 130-147، ص 101, 102۔

[225]: Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri, "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis," Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147، ص 107, 149۔

[226]: Kecia Ali, Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 19۔

[227]: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج 17، ص 310 (أثر اختلاف الدين في إسقاط الحضانة)، ص 210۔

[228]: الإمام مالك بن أنس (برواية سحنون)، المدونة الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية)، ج 2، ص 110-112 (كتاب الرضاع ونفقة الصغار وولايتهم)، ص 99۔

[229]: عبد الوهاب خلاف، "المحكوم عليه"، علم أصول الفقه (نداء الإيمان)، ص 139 (بحث عوارض الأهلية)، ص 20, 100۔

[230]: Kecia Ali Marriage and Slavery in Early Islam(Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 14, 24۔

[231]: Kecia Ali,Marriage and Slavery in Early Islam (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 22-34، ص 19, 94۔

کتابیات

(الف)کلاسیکی بنیادی عربی مصادر(Core Primary Sources)

ابن رشد القرطبي، أبو الوليد محمد بن أحمد (ت 595ھ)۔بداية المجتهد ونهاية المقتصد۔ القاهرة: مكتبة ابن تيمية، 1995ء۔

ابن قدامة المقدسي، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد (ت 620ھ)۔المغني۔ تحقيق عبد الله التركي۔ 15 مجلداً۔ القاهرة: دار الحديث، 2004ء۔

ابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد (ت 861ھ)۔فتح القدير شرح الهداية۔ 10 مجلدات۔ بيروت: دار الفكر، طبعة ثانية۔

الكاساني، علاء الدين أبو بكر بن مسعود (ت 587ھ)۔بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع۔ 7 مجلدات۔ بيروت: دار الكتب العلمية، 1986ء۔

الإمام مالك بن أنس (ت 179ھ)۔المدونة الكبرى (برواية سحنون بن سعيد التنوخي)۔ 4 مجلدات۔ بيروت: دار الكتب العلمية، 1994ء۔

الأستروشني، مجد الدين محمد بن محمود (ت 632ھ)۔جامع أحكام الصغار۔ تحقيق وتدقيق (مكتبة الشريعة)۔ بغداد، 1228ء (نسخه مخطوط/مطبوع)۔

مجموعه ائمه املائے اباضیه۔موسوعة الفقه الإباضي۔ وزارة الأوقاف والشؤون الدينية۔ سلطنة عمان، 2012ء۔

وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية۔الموسوعة الفقهية الكويتية۔ 45 مجلداً۔ الكويت: ذات السلاسل، 1980-2006ء۔

لجنة من العلماء الأحناف۔المجله (الأحكام العدلية)۔ المادة 943 (تعريف الصغير غير المميز)۔ طبعة إستانبول، 1876ء۔

(ب)معتبر جدید اکیڈمک اور ثانوی مصادر(Academic Secondary Sources)

Kecia Ali. Marriage and Slavery in Early Islam۔Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010۔

Ahmed Fekry Ibrahim. Child Custody in Islamic Law: Theory and Practice in Egypt since the Sixteenth Century۔ Cambridge: Cambridge University Press, 2018۔

Dejo Olowu۔ "Children's rghts, international human rights and the promise of Islamic legal theory."Law, Democracy & Development 12, no. 2 (2008): 62-85۔

Mohammed Houmine and Khadija Loudghiri. "Exploring Child Rights and the Concept of Childhood in Islam: A Contemporary Descriptive Analysis." Khazanah Hukum 5, no. 2 (2023): 130-147۔

Mohammad Rasool Ahangaran and Zahra Abbasi. "The Age of Criminal Responsibility in Children: some of Islamic Views." Journal of Pediatric Perspectives 3, no. 1 (2015): 777-787۔

Musa Musa El-Said Dzhabara et al. "Children's rights in Islamic Sharia and international instruments: An analytical approach to ethical and legislative values." Law. Human. Environment 16, no. 4 (2025): 115-134۔

وهبة الزحيلي۔ "الأهلية في الفقه الإسلامي"۔ الموسوعة القانونية المتخصصة۔ دمشق: دار الفكر، 2024۔

ابراهيم بلبالي."القانون الجزائري في تمييز الصبي للتصرفات القانونية مقارنة بالفقه الإسلامي". مجلة الاجتهاد للدراسات القانونية والاقتصادية 15، عدد 1 (2026): 121-146.

عزيزة بنت محمد. "HANAFI UNDER ISLAMIC FAMILY LAW (FEDERAL TERRITORIES) ACT 1984". IIUM Journals 27, no. 2 (2019): 215-234.

بدر الدين إبراهيم. "Will of Entrustment as A Means of Protection of Children's Right to Property in Islamic Law." Australian Journal of Basic and Applied Sciences 6, no. 11 (2012): 179-184.